نسوانی دنیا کو مژدہ

یعنی رسالۂ نورجہان کا معرکتہ الآرا سالانہ نمبر،

جو محض عورتون ہی کی خالص کوشش سے پونے دوسو صفحات کی ضخیم، شاندار اور باتصویر لطیف ادبی کتاب کی صورت مین ابھی ابھی شائع ہوا ہے، اس رسالہ کی ایڈیٹر، منیجر، اسسٹنٹ منیجر اور کلرک سب عورتین ہین، جو نہایت قابلیت سے تمام امور متعلقہ کو انجام دے رہی ہین، اس سالانہ نمبر مین مشہور شاعر وادیب خواتینِ ہند کی گران پایہ نظمین، اور مضامین اور افسانے ہین، علاوہ ازین ملک کے مشہور اور ہر دلعزیز ادیب وشاعر بھائیون کی نظم ونثر مضامین بھی اس مین موجود ہین نصیحت آموز، عبرت انگیز اور روحِ عمل کو بیدار کرنے والے ضمیر کو مضبوط تر بنانے والے دلچسپ ودلکش افسانے بھی ہین، غرضکہ یہ نسوانی رسالہ جو حقیقی معنون مین نسوانی ہے ہندوستان کے موجودہ گران قدر مردانہ رسائل سے کسی طرح کم دلچسپ نہین ہے جنسِ اناث کے لئے تو ایک نعمت غیر مترقبہ تحفہ ہے لیکن مرد بھی اُسے ہاتھون ہاتھ خرید رہے ہین، قیمت سالانہ نمبر ایک روپیہ ع‍ ہے لیکن اگر آپ چار روپیہ کا منی آرڈر کردین تو علاوہ اس سالانہ نمبر کے سال بھر رسالۂ نورجہان آپ کو انہین چار روپیون مین ملسکتا ہے،

منیجر رسالۂ نورجہان مظہر منزل امرتسر

پیامِ تعلیم

تعلیم کا شعبہ ایک ایسا شعبہ ہے جس کی طرف لوگ بہت کم توجہ کرتے ہین، حالانکہ اس سے سابقہ تعلیم یافتہ ہو یا غیر تعلیم یافتہ ہو یا شاگرد، بزرگ ہو یا خورد، کم وبیش ہر ایک کو پڑتا ہے چنانچہ اسی ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے یہ تعلیمی رسالہ نکالا گیا ہے جو جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی سے ہر پندرھوین روز شائع ہوتا ہے، اس مین تعلیم سے متعلق جملہ مباحث پر نہایت عمدہ اور مفید مضامین ہوتے ہین، اکثر نمبر بھی نکلتے ہین، ایک حصہ بچون کیلئے مخصوص ہوتا ہے، یہ پرچہ ۱۸×۲۲/۱۶ کے ۲۴ صفحون پر مہینہ مین دو بار نکلتا ہے اور اکثر عکسی اور رنگین تصویرین بھی شائع کرتا رہتا ہے، پھر بھی چندہ سالانہ صرف عہ رکھا گیا ہے، ملنے کا پتہ:- منیجر "پیام تعلیم" قرول باغ، دہلی

مجلد بست و یکم	ماہ رمضان المبارک سنہ ۱۳۴۶ھ مطابق ماہ مارچ سنہ ۱۹۲۸ء	عدد ۳

مضامین

شذرات

مولانا شبلی نعمانی رحمۃ اللہ علیہ نے نومبر ۱۹۱۴ء مین وفات پائی تھی، جس پر اب چودہ برس گذر رہے ہین، مولانا مرحوم کے قلم نے کتنے ہی مشاہیر اسلام کی سوانح نگاری کا فرض انجام دیا، مگر خود ان کی زندگی کے سوانح ہنوز محروم تالیف ہین، ان چودہ برسون مین سے ہر ایک برس اپنا یہ فرض یاد آتا رہا کہ اس دور کے سب سے بڑے سوانح نگار کی سوانح عمری ترتیب دیجائے، مگر افسوس ہے کہ اب تک یہ فرض اہم ادا نہ ہو سکا، مولانا کے قدردان اور معتقدین کا برابر تقاضا رہا، اور ہم ہر سال دوسرے سال کا وعدہ کرتے رہے تاآنکہ اس وعدہ پر بہار و خزان کے چودہ دورے گذر چکے،

———•:•———

لیکن اس کے یہ معنی نہین کہ اس فرض سے ہم نے تغافل برتا، مولانا کے خطوط اور مکاتیب جنکو ہم نے ان کی زندگی ہی مین جمع کرنا شروع کر دیا تھا، ان کی دو جلدین ان کی وفات کے بعد ہی دار المصنفین کے سلسلہ مین شائع کین، یہ مکاتیب شبلی درحقیقت مولانا کے سوانح و حالات کا خام مسالہ ہے جس مین ان کے حالات و واقعات خود ان کی زبان سے متفرق طور سے ادا ہوئے ہین، اس کے بعد مولانا عبدالسلام صاحب نے ان مکاتیب اور بعض دوسری تحریرون کی مدد سے مولانا کی سوانحعمری کا ایک ڈھانچا تیار کیا، لیکن چونکہ وہ بالکل نامکمل ہے، اس لیے اس کی تکمیل کے انتظار مین اب تک اسکی اشاعت کی نوبت نہین آئی، اب اس مسودہ کو اس غرض سے صاف کرایا جا رہا ہے کہ اس مین مناسب اضافے، اور ضروری معلومات اور حالات جو ہم مین سے ہر ایک شخص کو معلوم ہین، وہ جا بجا بڑھائے جا سکین،

———•:•———

اس سلسلہ مین ایک لطیفہ یاد آیا ہے، حیات النذیر (مولانا نذیر احمد صاحب کی سوانحعمری) کے ظاہری مصنف "(منشی فخر عالم صاحب) نے حیات النذیر سے فرصت پاکر حیات شبلی کی طرف توجہ کی، اور چاہا کہ مولانا سے بھی اسی گناہ کا ارتکاب کرایا جا سکے جس کا کوئی اور مرتکب ہو چکا ہے، مولانا نے سختی سے انکار کیا، پھر منشی صاحب نے مجھے بیچ مین ڈال کر چاہا کہ مقصد برآری ہو، مین نے مولانا کو لکھا کہ منشی صاحب کی خواہش کے مطابق اگر آپ معلومات فراہم کر دین تو کیا ہرج ہے، مولانا نے بڑے درد سے لکھا،

"منشی فخر عالم صاحب میرے حالات کیا لکھین گے، تم ہی جب دنیا کے اور کامون سے فرصت پا لینا تو لکھ لینا"

اس واقعہ پر بھی ایک زمانہ گذر چکا، اور سچ یہ ہے کہ دنیا کے اور کامون سے ہنوز فرصت نہ ملی کہ اسکی تکمیل کیجا سکے،

———•:•———

یون تو لوگ مولانا کی سوانحعمری کا تقاضا وقتاً فوقتاً کرتے رہتے ہین لیکن ان دنون، حیدرآباد دکن سے ایک گمنام بزرگ نے حسب ذیل خط بھیجا ہے

جناب من! السلام علیکم

چند دن سے یہ خیال دل مین چٹکیان لے رہا ہے کہ مولانا شبلی کے شاگرد تو ایسے قابل ہون اور کسی کو مولانا کی سوانح کا خیال تک نہ آئے اس حسن ظن کی وجہ سے کہ راقم ہذا کی تحریر کچھ نہ کچھ اثر ضرور پیدا کرے گی، یہ سطور لکھنے کی جرأت کیجاتی ہے،

ہم اپنے گمنام دوست کو بشارت دیتے ہین کہ ان کا حسن ظن صحیح ثابت ہوا، ان کی تحریر نے اثر پیدا کیا، اور چھوٹا ہوا کام جلد شروع ہوتا ہے،

———•:•———

بنگالی زبان مین اردو کی بعض اہم اور پسندیدہ کتابون کا ترجمہ ہوتا رہا ہے، ابھی حال مین محمد منصور الدین صاحب بی اے خلیل پور (ہینبہ، بنگال) سے مطلع کرتے ہین کہ انھون نے مولانا شبلی مرحوم کی الغزالی کا بنگالی مین ترجمہ کیا ہے، اور یہ ترجمہ مشہور اسلامی بنگالی ماہوار رسالہ شیخ تک مین مسلسل شائع ہوتا رہا جو بنگال کے مسلمانون کی ادبی بنگالی مجلس کا آرگن ہے،

دار العلوم ندوۃ العلماء کے ایک ہونہار طالب علم مولوی نور الحق صاحب پشاوری ندوی، جو تین سال پہلے اپنی عربی تعلیم کی تکمیل کی غرض سے مصر گئے تھے، ابھی چند مہینے ہوئے کہ جامع ازہر کی سند لیکر وہ ہندوستان واپس آئے ہین، اور کراچی کے مدرسۃ الاسلام کالج مین عربی کے استاذ مقرر ہوئے ہین، ہم اپنے عزیز کو ان کی اس کامیابی پر دل سے مبارکباد دیتے ہین اور دعا کرتے ہین کہ اللہ تعالیٰ ان سے دین وملت کے مفید خدمات لے،

لندن کا مدرسۃ السنۃ مشرقیہ (اسکول آف اورنٹیل اسٹڈیز) ڈاکٹر آرنلڈ جیسے غیر متعصب عالم کی نگرانی مین خاصی مرکزیت حاصل کرتا جاتا ہے، ابھی دو تین مہینے ہوئے کہ مولوی زبید احمد صاحب (ریسرچ اسکالر الہ آباد یونیورسٹی) اپنی عربی تحقیقات کی تکمیل کی غرض سے لندن گئے ہین، اور اس اسکول مین داخل ہوئے ہین، انھون نے ہندوستان کی عربی تصنیفات کو اپنا ماخذ قرار دیا ہے، ابھی ان کا خط آیا ہے، جس سے یہ معلوم ہوا ہے کہ اس وقت اس اسکول کے عربی ریسرچ کلاس مین ان کو لگا کر تین طالب العلم ہین، ایک سید صاحب (علی گڈہ مسلم یونیورسٹی) سے گذشتہ سال گئے ہین جو آل بویہ کی تاریخ پر تحقیق کر رہے ہین، ایک مصری خاتون ہین جو حضرت رابعہ بصریہ کے حالات جمع کر رہی ہین، اور ڈاکٹر آرنلڈ کا بیان ہے کہ اس نے اس کام کیلئے حیرت انگیز مواد فراہم کر لیا ہے، فارسی مین ایک صاحب وحید مرزا (لکھنؤ یونیورسٹی) سے گئے ہین، جو خسرو پر کام کر رہے ہین، ایک اور صاحب کنور محمد اشرف صاحب ایم اے (مسلم یونیورسٹی) تاریخ کے مطالعہ کے لیے گئے ہین، وہ لکھتے ہین کہ میرا مضمون "مغل حکومت سے قبل ہندوستان مین سلاطینِ اسلام کے دور مین عوام کی حالت" ہے،

قسطنطنیہ مین ترکون نے ایک تجارتی کمپنی قائم کی ہے، جسکا مقصد یہ ہے کہ وہ مشرقی اور اسلامی ممالک سے اپنے تجارتی تعلقات یورپین تاجرون کی وساطت کے بغیر براہ راست پیدا کرے، اس کمپنی کا نام "تلی تورک وللکتیف شرکتی" ہے، اور اس کے ڈائرکٹر کا نام حاجی یوسف زادہ وجدی ہے، کمپنی کی طرف سے چار صفحون کا ایک عربی تجارتی صحیفہ شائع ہوتا ہے، اس کا پہلا نمبر ایک عربی خط کے ساتھ ہمین موصول ہوا ہے، اس مین ترکی پیداوار اور مصنوعات کے حالات، اشتہارات ہین، اور دوسرے اسلامی ومشرقی ملکون کے مصنوعات کے پتے دریافت کئے گئے ہین، خط مین یہ خواہش کیگئی ہے کہ اس شرکت کا تعارف ہندوستانی تاجرون سے کرا دیا جائے، اسلامی اخبارات سے امید ہے کہ وہ اس فرض کو ہم سے بہتر طریقہ سے انجام دینگے، خط وکتابت کا پتہ، کمپنی کے نام کے بعد حسب ذیل ہے، پوستہ قوطوسی ۱۴۱، یا میدانجق یکی بوستہ خانہ جادہ سی مرجانوت خان، یہ خوشی کی بات ہے کہ شرکت نے اپنی بین الاقوامی زبان عربی قرار دی ہے۔

لندن کی ایک تجارتی علمی کمپنی جسکی ایک شاخ کلکتہ مین بھی ہے اور جسکا نام "اسٹینڈرڈ لٹریچر کمپنی" ہے، اس نے کچھ زمانہ ہوا ایک کتاب بچون اور نوعمرون کے مطالعہ اور اضافہ معلومات کے لیے "بوری بک آف نالج" کے نام سے شائع کی ہے۔ اس مین آنحضرت صلعم پر بھی ایک مضمون ہے، جو سرتاپا لغو اور متعصبانہ ہے، متعدد اصحاب نے معارف کو اسکی طرف متوجہ کیا، لیکن انگلشور (بھروچ) کی نوجوان مسلمانون کی ایک انجمن ینگ مسلم ایسوسی ایشن نے اس کی طرف عملاً قدم بڑھایا، اور کمپنی سے خط و

کتابت کرکے، اسکو اوس کتاب کے اس غلط بیان سے مسلمانون کو جو تکلیف پہنچی ہے، اس سے مطلع کیا، متعدد
مراسلتون کے بعد، بالآخر کمپنی نے اس بات پر آمادگی ظاہر کی کہ وہ اس مضمون کو بدل دیگی، ہم انگلستان کے
نوجوان مسلمانون کی انجمن کے شکرگذار ہین، کہ اسکی جوانمردی سے یہ میدان فتح ہوا،

اس قابل اعتراض مضمون کا عنوان ہے، "ایک یتیم لڑکا جو کروڑون آدمیون کا پیغمبر ہوگیا"۔ اس
تلوار کا مذہب ہے۔ محمد (رسول اللہ صلعم) نے عیسائیت کی تعلیم پائی تھی، آپ کو صرع کا دورہ ہوتا تھا جس کو
چھپانے کے لیے آپ نزولِ وحی کا بہانہ کرتے تھے، چند صفحون کا مضمون ہے، مگر غلط بیانیون سے لبریز ہے
ساتھ ہی ساتھ، بچون کے ذہن مین ہر پہلو سے عیسائیت کو بہتر کرکے دکھانے کی کوشش کیگئی ہے،
ہی اس کے صفحہ ۳۰۲۰ جلد ۲-۱۲، نیز صفحہ ۳۰۲۲ پر آنحضرت صلعم کے دو فرضی فوٹو لگائے گئے ہین، قرآن
کے متعلق لکھا ہے، کہ یہ وہ کتاب ہے جو ترقی کی مانع ہے، مسلمان والدین غور کرسکتے ہین کہ ایسی زہر آلود
سے ان کے نونہالون کی دماغی سیرابی پر کیا اثر پڑے گا،

بہرحال انجمن مذکور کی کوششون سے کمپنی نے آمادگی ظاہر کی ہے کہ وہ اس مضمون کے نہ صرف
اعتراض فقرون کو بدل دے گی، بلکہ یہ بھی خواہش کی ہے کہ اگر کوئی مسلمان عالم اس کے بجائے اسی
کے مطابق دوسرا مضمون لکھدیگا تو کمپنی اس کو شکریہ کے ساتھ قبول کرے گی، اور اگر ساتھ ہی مسلمانون
نقطۂ نظر سے اگر کوئی شخص پوری کتاب پر نظرثانی کردے تو وہ اوسکا معاوضہ بھی ادا کرے گی، انجمن
کی خواہش کے مطابق، دارالمصنفین نے اس فرض کو اپنے ذمہ لیا ہے، کمپنی کو اس کی اطلاع دے دی
ہے، مزید کارروائی کا ہنوز انتظار ہے،

اپنے خاندانی مختصر طبی کتابخانہ (دلسنہ، بہار) مین ہمکو ایک قلمی کتاب اختیارات بدیعی کے نام سے
ملی، یہ کتاب خوشخط عربی خط، لیکن فارسی زبان مین ہے، کتاب کا موضوع مفرد دواؤن کی شرح و تحقیق ہے
یعنی لغت مفردات طب، آخر مین بعض مرکبات کا بھی اضافہ ہے، دواؤن کی ترتیب تحفۃ المومنین وغیرہ
لغات طب کی طرح حروف تہجی پر ہے، مصنف کا نام علی بن حسین الانصاری المشتہر بحاجی زین عطار ہے،
سنہ ۷۷۰ھ مین یہ تالیف ہوئی ہے، اور دوشنبہ ۲۳ جمادی الثانیہ سنہ ۹۸۹ھ کا لکھا ہوا یہ پیش نظر نسخہ ہے، کاتب کا نام
کرم اللہ بن قاضی ملا رفیع الدین ہے،

ہمین یہ نہین معلوم کہ اس کتاب کی ندرت کا کیا حال ہے، تاہم جو چیز ہم کو اس مین زیادہ عجیب معلوم
ہوئی وہ یہ ہے کہ یہ کتاب ایک مسلمان حکمران خاتون کے زیرسایہ تالیف پائی ہے، خاتون کا نام بدیع الجمال
تھا، اور اسی نسبت سے کتاب کا نام اختیارات بدیعی رکھا گیا ہے، مصنف دیباچہ مین لکھتا ہے:-
"داین معنی بے آنکہ تشبث بذیل اشفاق مرحمت و توسل بآستانِ الطاف دمیت صاحب
قرانے کنند کہ خاک درگاہِ او کیمیائے مس ہنر، وہوائے بارگاہِ او حیات بخش ہر صاحب ہنر
تواند بود، نمی تواند بود، و چندانچہ عقل دوربین و فہم دوراندیش در عرصۂ امکان و فضاے دوران
دوران کرد، بغیر از آستان رفعت حضرت جنت خضرت، بلقیس زمین و زمان، ملکۂ تخت نشین
سلطان نشان، سلطان خواتین جہان **بیت**

آنکہ در عہدِ جلالش وہم را نابودہ دست ... و آنکہ بر ستر عفافش باد را نابودہ راہ
با وجودِ دور باشِ عفت او آفتاب ... کے تواند کردن اندر سایۂ چترش نگاہ
زہرۂ زہرا، دولت، اختر برج شرف ... شمسۂ گردون عفت، سایۂ لطفِ الٰہ

عصمت الدنیا والدین بدیع الجمال خلد اللہ ایام سلطنتہا و ابد آثار معدلتہا، بدست نیاز

در قانون کلی سعادت خویش و ذخیرۂ اغراض دولت خود، بجز از نظر کیمیا خاصیت آن صاحب زان
کہ خاک درگاہ او شفائے انواعِ حوادث و منتج اسباب کامرانی، و دافع علامات بے طالعی
و منہاجِ طرق اقبال و جامع متفرق جلالست، نتوانست ساخت، امید وارست کہ بعین
عنایتش ملحوظ گشتہ بر ارباب بصیرت و اصحاب حکمت مبارک باشد،

ان سطور کی تحریر کے وقت مین اپنے علمی مرکز (دار المصنفین) سے دور ہون، شہزادی بدیع
کا نام خیال مین نہین آتا اور تحقیق سے معذور ہون، کتاب مین ملک و شہر کا کہین نام نہین ہے، مگر
لغات کی تشریح مین اکثر شیراز کی زبان کا حوالہ دیتا ہے، جس سے قیاس ہوتا ہے کہ شاید وہ اسی سرزمین
مین اس وقت اورنگ آرائے حکومت تھی، علوم عقلیہ کی سرپرستی مین یہ دوسری مسلمان خاتون کا
ہم کو معلوم ہوا ہے، پہلی خاتون وہ ہے جس کے نام سے علامہ ابوریحان بیرونی نے اپنا ہیئت کا
التفہیم فی صناعۃ التنجیم لکھا ہے،

———— ◦◦ ————

منجملہ ان نادر تصنیفات کے جن کا وجود ہندوستان مین نہ تھا، ایک کتاب خطیب بغدادی کی
تاریخ ہے، اس کے متفرق ناقص نسخے بعض بعض ہندوستان کے کتبخانون مین موجود تھے، مگر کمل نسخہ
کہین نہ تھا، نہایت خوشی کی بات ہے، کہ سندھ کے مشہور شائقِ علم خاندان پیر جھنڈا (ضلع حیدرآباد)
نے نہایت اہتمام سے اس کے کامل نسخہ کی نقل مصر کے کتب خانہ خدیویہ سے منگوائی ہے، یہ نقل فوٹو
لیگئی ہے، اور ۹ جلدون مین کامل ہوئی ہے، اس کبریتِ احمر کے وجود پر ہم شاہ صاحب کو مبارک

———— ◦◦ ————

ہندوستان ہزار بد قسمت سہی، مگر کم از کم اس کی ایک خوش نصیبی کا تو سب کو اعتراف کر
اس زمانہ مین بھی وہ ملک ہے، جس نے ترجمۂ قرآن پاک اور احادیث کی اشاعت مین تمام ممالک

سب سے زیادہ خدمات انجام دی ہین، ترکی، چین، جاوا، روس، وغیرہ غیر عربی اسلامی ممالک مین اب تک قرآن پاک
کے ترجمہ کا جواز، و عدم جواز ہی پر بحث ہو رہی ہے، لیکن ہندوستان کے خانوادۂ علم (شاہ ولی اللہ صاحب
کے خاندان) نے ہندوستان مین، اس مسئلہ کو آج سے ایک صدی پیشتر طے کر دیا، اسی طرح اسی خانوادہ کے
فضل و کمال، اور اخلاص و ایمان کا اثر تھا کہ ہندوستان نے کتب احادیث کی اور علوم حدیث کی اشاعت
مین سب سے پیشقدمی کی، چنانچہ صحاح ستہ مین سے سنن، ابو داؤد کے سوا ادھر کتاب نے چھاپنے مین ہندوستان
نے سبقت کی، صحاح کے علاوہ ایک مسند احمد کو چھوڑ کر اور بقیہ مسند و معجم و سنن کی اشاعت مین اس کا نمبر
سب آگے ہے، جس کی آخری کڑیان، مستدرک حاکم اور سنن بیہقی ہین،

———— ◦ ✲ ◦ ————

ابھی اس سلسلہ مین ہندوستان کو ایک اور نیا شرف حاصل ہوا ہے، یعنی کتب احادیث کے جو مجموعے
ایسے تیار کئے گئے ہین جنہین مختلف کتابون کی حدیثین یکجا کر دی گئی ہین ان مین سب سے پہلے آخری کوشش
جمع الفوائد ہے، جو شام کے ایک عالم نے انجام دی تھی، اس کتاب مین حدیث کی چودہ کتابون کی حدیثین
یکجا کر دی گئی تھین، مولانا عاشق الٰہی صاحب میرٹھی تمام اہل علم کی مبارکباد کے مستحق ہین کہ وہ اپنی ذاتی
محنت اور سرمایہ سے اس نسخہ کو شام سے جاکر لائے، اور اس کے لیے بیروت سے جاکر ٹائپ لائے، اور
اس اہتمام سے میرٹھ مین بیٹھکر اس کتاب کو ٹائپ مین چھاپ کر شائع کیا، یہ کتاب دو جلدون مین چھاپی گئی
گئی ہے، خط کسی قدر خفی ہے، دس روپیہ قیمت ہے، امید ہے کہ شائقینِ علم نبوی اس کی قدر کرین گے جس
کے پاس یہ کتاب ہے گویا اس کے پاس متن حدیث کی چودہ کتابین موجود ہین،

———— ◦ ✲ ◦ ————

ابتدائے اسلام یعنی عہد نبوت اور عہد صحابہ مین جو لڑائیان ہوئین، ان مین اگرچہ فتوحات کا دارومدار
صرف قوت ایمان، جوش مذہبی، اور صبر و استقامت پر تھا، لیکن بعد کو جب تمدن اسلام مین زیادہ ترقی ہوئی

ز اور علوم وفنون کی طرح مسلمانون نے فن جنگ میں بھی علمی حیثیت سے نہایت کمال پیدا کیا، اور
جنگ کی ایجاد و استعمال مین اعلیٰ درجہ کی مہارت حاصل کی اور اس فن مین مستقل کتابین لکھین، جناب حضرت
علامہ شبلی مرحوم نے فن جنگ مین ایک قلمی کتاب دیکھی تھی جسکی پوری نقل تو وہ نہ لے سکے، لیکن اس مین
جنگ کی تصویرین درج تھین، ان کی نقل وہ ساتھ لائے تھے، اور ایک مختصر سی تمہید کے بعد ان کو الندوہ
مین شائع کرنا چاہتے تھے، جو افسوس ہے کہ شائع نہ ہوسکین، ندوۃ العلماء کے کتب خانہ مین ایک مطبوعہ
بھی ہماری نظر سے گذری ہے جس مین ہندسی اصول کے مطابق فوجون کی صف آرائی وغیرہ کے طریقے
ہین، مولانا ابوالکلام آزاد کے کتب خانے مین بھی ایک چھوٹا سا رسالہ موجود ہے، جس مین کسی بزرگ
مصنف نے مسلمانون کی فوجی ترقیون کا حال لکھا ہے،

مسلمانون مین یہ فن اسقدر ترقی کر گیا تھا کہ جس طرح اور علما کسی خاص فن کی مہارت کی وجہ سے
نحوی، منطقی، اور فلسفی وغیرہ کے لقب سے مشہور ہوجاتے تھے، اسی طرح بعض لوگون نے کسی خاص فوجی آلہ کے
مین اس قدر کمال پیدا کیا تھا کہ وہ اسی کی نسبت سے مشہور ہوگئے تھے، چنانچہ علامہ ابن خلکان نے یعقوب
بن صابر منجنیقی کے حال مین لکھا ہے کہ وہ منجنیق کے بنانے مین اپنے تمام ہم پیشہ لوگون سے ممتاز تھے،

افسوس ہے کہ ہم کو یعقوب بن صابر منجنیقی کے دوسرے ہم پیشہ لوگون کے حالات معلوم نہین
ہین ورنہ ان سے فن جنگ کے متعلق بہت سی معلومات حاصل ہوتین، لیکن ابن خلکان نے یعقوب کا جو
تذکرہ لکھا ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ ابتدا مین ایک فوجی آدمی تھا، اور بغداد مین منجنیق اندازون کی
جماعت مین سب پر فائق تھا، اور فوجی مشق اور اسلحہ سازی کا نہایت ذوق رکھتا تھا، اس نے عمدۃ السالک
فی سیاستہ الممالک کے نام سے ایک کتاب بھی لکھی تھی جسکو اگرچہ وہ مکمل نہ کرسکا، تاہم اس کے مختلف ابواب

مین فوجون کی صف آرائی، سرحدون کی فتح قلعون کی تعمیر، شہسوار، محاصرہ، فوجی مشق، طریقہ استعمال اسلحہ
اسلحہ سازی، اور گھوڑون کے اصناف و اوصاف پر جو بحث کیگئی ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ مسلمانون
نے فن جنگ مین کسقدر ترقی کی تھی، ایک عجیب بات یہ ہے کہ وہ سپاہی ہونے کے ساتھ بہت بڑا ادیب
اور شاعر بھی تھا، ابن خلکان نے اس کے بہت سے اشعار نقل کئے ہین جنمین ایک شعر جو اس کی خاص حیثیت
کو نمایان کرتا ہے یہ ہے،

کلفت بعلم المنجنیق و رمیہ ۔۔۔ لہدم الصیاصی وافتتاح المرابط

مین علم منجنیق اور منجنیق اندازی کا شوقین ہون، تاکہ قلعون کو منہدم اور فوجی مرکزون کو فتح کرون

منجنیقی ۱۳ محرم ۵۵۴ھ کو پیدا ہوا، اور ۶۲۶ھ مین وفات پائی،

مقالات

اختیارات بدیعی

اس مہینہ کے معارف مین مذکورۂ بالا کتاب پر ایک طویل شذرہ لکھا گیا ہے، اس لیئے امید کہ اس کے سلسلہ مین مندرجہ ذیل معلومات دلچسپ ثابت ہونگے،

یہ کتاب در اصل مصنف کی ایک مبسوط کتاب مفتاح الخزائن کی تلخیص ہے، کتاب کا مصنف علی بن حسین الانصاری معروف بہ حاجی زین العطار حکومت مظفریہ کے دوسرے فرمانروا شاہ شجاع ۷۵۹-۷۸۶ھ (۱۳۵۷-۱۳۸۴ء) کا درباری طبیب تھا، یہ وہی شاہ شجاع ہے جو حافظ کے مربی ہونے کی وجہ سے غیر فانی شہرت حاصل کر چکا ہے، مصنف کا آبائی وطن اصفہان ہے لیکن ۷۱۵ھ (۱۳۱۳-۱۴ء) مین انکا باپ حاجی جمال الدین حسین، شیراز چلا آیا، اور ۷۲۹ھ (۱۳۲۸-۲۹ء) مین اسی مردم خیز شہر مین کتم عدم سے عالم وجود مین آیا، اس کا سلسلۂ نسب حضرت عبد اللہ انصاری تک پہنچتا ہے، وہ شاہ شجاع کے مقربین مین تھا اور ۲۰ سال تک اس کے دربار مین رہا ہے، میرا خیال ہے کہ ملکہ بدیع الجمال جس کے نام سے یہ کتاب معنون و موسوم ہے اسی مشہور بادشاہ کی علوم دوست و فنون نواز بیگم تھی، حاجی زین العطار کا انتقال ۸۰۶ھ (۱۴۰۳ء) مین ہوا، اس کے حالات اس کے لڑکے نے ایک کتاب مین جو حکماء و اطباء کے تراجم مین ہے لکھے ہین، اس کتاب کا صرف ایک ہی نسخہ ہے، اور وہ عجائب خانہ برطانیہ مین ہے،

حاجی نے اپنی پہلی کتاب مفتاح الخزائن کو ۴ ذی الحجہ ۷۶۷ھ (۲۳ جولائی ۱۳۶۶ء) کو ختم کیا تھا اور اس کے ٹھیک ۳ سال بعد ۷۷۰ھ (۱۳۶۹ء) مین اس کو ترمیم و اضافہ کے ساتھ اختیارات بدیعی کے

نام سے دنیا کے سامنے پیش کیا، اول الذکر تصنیف تین رسالون (یا مقالون) پر منقسم ہے (۱) در ادویہ مفردہ (۲) در ابدال اصلاح آن (۳) در مرکبات، تیسرا رسالہ ۱۲ ابواب پر مشتمل ہے اور آخری باب مرہم پر ہے، اور اس کتاب کا آغاز ان الفاظ سے ہے

"حمد و ثناے کہ روائح عطر آن مجالس خلوت عالم ملکوت را معطر گرداند"

مجھے جہانتک علم ہے اس کتاب کے صرف دو نسخے ہین اور وہ دونون بوڈلین لائبریری مین ہین، اور جسمین ایک نسخہ خود مصنف کے ہاتھ کا ہے۔

اختیارات بدیعی صرف دو مقالون مین منقسم ہے اور مصنف نے مفتاح الخزائن کے دوسرے باب کو جو "در ابدال اصلاح آن" تھا بالکل نکال دیا ہے لیکن اسکے ساتھ ہی اس نے مقالۂ سوم کو ۱۲ کی جگہ ۱۶ ابواب مین لکھا ہے، وہ ابواب یہ ہین، (۱) المفرحات (۲) المعاجین (۳) الجوارشات (۴) الاطریفلات (۵) المربیات (۶) الاشربہ والربوب (۷) اللعوقات (۸) السفوفات (۹) الحبوبات (۱۰) الاقراص (۱۱) الایارجات (۱۲) الشیافات (۱۳) التریاقات (۱۴) السنونات (۱۵) الادہان اور (۱۶) المراہم،

بوڈلین لائبریری مین اس کتاب کا ایک نسخہ ہے جسمین مقالۂ دوم مین ۱۶ کی جگہ ۳۰ باب ہین، انکے متعلق فہرست نگار کا خیال ہے کہ بعد مین اضافہ کئے گئے ہین، اسی طرح انڈیا آفس اور امپریل لائبریری کلکتہ کی شاخ بوہار لائبریری مین دو ایسے نسخے ہین جنمین مقالۂ دوم کو از مفتاح الخزائن لکھا گیا ہے حالانکہ اس مین اس کتاب کے ۱۲ ابواب کی جگہ اختیارات کے سولہ ابواب ہین، یہ غلطی صرف اس وجہ سے ہوئی ہے کہ یہ کتاب مفتاح کا نقش ثانی ہے،

اختیارات کا سب سے قدیم نسخہ وہ ہے جو انڈیا آفس مین موجود ہے، اور اسکا کاتب خود مصنف کا بیٹا ہے، ان دو کتابون کے علاوہ تحفۃ الملوک و رسالہ در صفت مردان و زنان بھی اسکی طرف منسوب ہین، مگر اول الذکر کو اسکے لڑکے نے اپنی تصانیف مین بھی گنوایا ہے

اس کتاب کی اہمیت و مقبولیت عام کا اس بات سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ کوئی کتبخانہ بھی ایسا نہین جہان اس کتاب کے متعدد نسخے نہ ہون، یہ کتاب آج سے ۵۰ سال قبل ۱۲۹۶ھ (۱۸۷۹ء) مین کانپور مین چھپ بھی گئی ہے،[1]

---

[1] حکومت مظفریہ، شاہ شجاع اور مصنف کے مزید حالات کے لیے دیکھو براؤن، ادبیات ایران جلد سوم، روضۃ الصفا، تاریخ گزیدہ، ریو جلد دوم، ایتھے انڈیا آفس فہرست، ریو و ساخو، بوڈلین لائبریری فہرست متعدد مقامات، ایل ربوہار لائبریری فہرست جلد ا، داعلی الترتیب، فہرست کتبخانہ آصفیہ جلد دوم، آیونو فہرست ایشیاٹک سوسائٹی بنگال، کشف الظنون جلد اول وغیرہ وغیرہ؛

دو اہم تاریخی دستاویز

مُراد بخش و اورنگ زیب

از

سید نجیب اشرف صاحب ندوی،

اورنگ زیب کے جرائم کی جو طویل فہرست اس کے دشمنون نے مرتب کی ہے اس مین مراد بخش کے واقعات کو خاص طور سے پیش کرتے ہوئے بتایا جاتا ہے کہ اورنگ زیب نے پہلے مراد کو اس بات کا یقین دلایا کہ اس کا مقصد حکومت نہین بلکہ اسلام آباد ہندوستان جنت نشان کو دارا شکوہ کے ملحدانہ وجود سے پاک کرنا ہے، اور وہ اس کے بعد گوشۂ عزلت مین بیٹھ کر تمام عمر عبادت الٰہی مین گذار دیگا، اور مراد ہندوستان کی وسیع سلطنت مغلیہ کا واحد سلطان ہوگا، مگر جب دھرمات پور اور سموگڑھ کی لڑائی کے بعد اورنگ زیب نے قوت حاصل کرلی، تو اس نے اس نعاب کو اتار پھینکا، مراد کو قید کرکے پہلے سلیم گڈھ اور پھر گوالیر کے شاہی قلعہ مین نظر بند کردیا، اور جب اس نے سازش کرکے ایک رستے کے ذریعہ بھاگنا چاہا تو اس سے کامل اطمینان حاصل کرنے کیلئے علی نقی کے لڑکے فتح اکبر کو اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ اپنے باپ کا خون بہا طلب کرے، چنانچہ جب اس کا فیصلہ ہوا تو فتح اللہ نے اُسے قتل کردیا، اور اس طرح اس نے اس بھائی کے خون سے جس کی بہادری اور شجاعت سے وہ صاحب تخت ہوا تھا اپنے ہاتھ رنگے،

ہم نے رقعات عالمگیری کے دیباچہ مین اورنگ زیب اور اس کے بھائیون کے تعلقات پر مفصل بحث کی ہے، شمع و انقلاب کے مضامین نے اورنگ زیب کے متعلق جو جدید دلچسپی پیدا کردی ہے اس سلسلہ مین ہم تمام تفصیلات کو نظر انداز کرکے اس وقت صرف دو ایسی تحریرین پیش کردینا چاہتے ہین جنسے کم از کم دو اہم الزامات کی تردید مین کوئی کلام باقی نہین رہتا،

پہلی تحریر اس مکمل عہدنامہ کی ہے جو اورنگ زیب نے مراد کو تقسیم حکومت کے متعلق لکھی تھی، اور یہ اس بات کی کھلی ہوئی دلیل ہے کہ اس نے مراد کو کبھی بھی اپنی گوشہ نشینی کا فریب نہین دیا، بلکہ واقعہ یہ ہے کہ جنگ سے پہلے ہی ۱۰۶۲ھ (۱۶۵۲ء) مین جب اورنگ زیب دوسری مہم قندھار سے واپس ہوا ہے تو پہلے اس نے آگرہ مین شجاع اور پھر گجرات مین مراد سے آئندہ طریقۂ کار کے متعلق زبانی گفتگو کے ذریعہ معاملات طے کر لئے تھے، چنانچہ اس معاہدہ مین اس کی طرف بھی اشارہ ہے، اور آگرہ پر قبضہ کے بعد اورنگ زیب نے شجاع کو بھی لکھ دیا تھا کہ معاہدہ کے مطابق بنگال، بہار و اڑیسہ اس کا ہے اور وہ اس پر حکومت کرے، ہم نے یہ تمام خط و کتابت رقعات مین شامل کردی ہے،

دوسری تحریر اس سنگین الزام کی تردید مین ہے کہ فتح آگرہ کے بعد اورنگ زیب نے چالاکی سے مراد کو قید کردیا، حالانکہ اس عہد کی کوئی ایسی تاریخ نہین ہے جس مین صاف طور سے یہ نہ لکھا ہو کہ اس نوجوان مست غرور شاہزادہ نے آگرہ کی فتح کے بعد ہی ہندوستان کی حکومت کے خواب دیکھنے شروع کردیئے تھے، اور اگر اورنگ زیب اس کو اس طرح قید نہ کرتا تو ایک نئی جنگ لازمی تھی، اور بہت ممکن ہے کہ اس کے بعد اس عہد کی تاریخ دوسری طرح لکھی جاتی، مگر اس سے اہم تر ایک چیز کا اور پتہ چلا ہے اور وہ یہ خط ہے

تاریخ دان اصحاب اچھی طرح واقف ہین کہ کس طرح آخری وقت تک شاہجہان نے اورنگ زیب کے خلاف ہر قسم کی کوشش جاری رکھی، کس طرح اس نے دارا کو مالی مدد دی، کس طرح اس نے شجاع کو حملہ کرنے پر آمادہ کیا، کس طرح اس نے خود اورنگ زیب کو قلعہ مین بلا کر قید یا قتل کرنا چاہا، لیکن یہ تحریرات

سب سے زیادہ خوفناک سازش کا انکشاف کرتی ہے، اور اس سے پتہ چلتا ہے کہ شاہجہان کو دارا کی محبت یا اورنگ زیب
سے انتقام کے جذبہ نے اتنا اندھا کر دیا تھا کہ وہ اس کے قتل کرانے پر تیار تھا اور وہ بھی کسی جلاد، امیر یا فر
کے ہاتھوں نہیں بلکہ خود اس کے بھائی مراد کے ہاتھوں، چنانچہ یہ شاہجہان کے اس خط کی تخلیص ہے جو اس نے
مراد کو لکھا تھا کہ وہ اگر اورنگ زیب کا خاتمہ کر دے تو حکومت اسکی ہے، اور دراصل یہی وہ خط تھا جس نے اورنگ
زیب کو اس بات پر مجبور کیا کہ وہ اس زندہ خطرہ سے اپنی حفاظت کرے، اس خط کو محمد معصوم نے جو شاہ شجاع
کے مقربین میں تھا اور آخر تک اس کے ساتھ رہا تھا، اور جس نے اپنے ولی نعمت کی مفصل تاریخ لکھی ہے اور
خود ایک عینی شاہد ہے، اپنی کتاب تاریخ شاہ شجاعی میں نقل کیا ہے [1]،

(۱)

عہدنامہ کہ بموجب التماس بادشاہ زادہ محمد مراد بخش قلمی شد [2]

"چو درین ہنگام خجستہ آغاز فرخندہ انجام کہ آوان طلوع نیر سعادت و اقبال و زمان سطوع صبح عظمت
و جلال است و شاہباز بلند پرواز ہمت جہان کشائے در ہوائے صید مقصود بال کشودہ، اعلائے اعلام دین
مبین سید المرسلین علیہ من الصلوات اتمہا و من التحیات اعمہا، وجہہ قصد گردیدہ، و تمامی نیت حق طویت مصروف

[1] مفصل حالات کے لئے دیکھئے، عالمگیر نامہ جلد اول عمل صالح مصنفہ صالح کنبو، ظفر نامہ عالمگیری مصنفہ عاقل خان رازی، تاریخ جنگ برادران مصنفہ عنایت اللہ انبالوی، اورنگ نامہ مصنفہ گردیزی، تاریخ شاہ شجاعی، مرآۃ عالمگیری، تاریخ سلاطین چغتائیہ، خلاصۃ التاریخ، چہار گلزار شجاعی، فیاض القوانین، اورنگ زیب مصنفہ سرکار، سفرنامہائے برنیر، ٹرویرنیر، کرنبو، تاریخ منوچی، فتوحات عالمگیری مصنفہ ایشر داس، اورنگ زیب از لین پول وغیرہ وغیرہ، نسخہ طلوع،

[2] آداب عالمگیری، منشآت ایشیاٹک سوسائٹی بنگال، خدا بخش خان لائبریری، جدو ناتھ سرکار و دار المصنفین وغیرہ و تاریخ سلاطین چغتائیہ بوہار لائبریری،

آنست کہ بمساعی غازیان ظفر قرین و زور بازوئے مجاہدان نصرت انتما خار "الحاد و زندقہ" از گلشن ہمیشہ بہار
دین اسلام برافتادہ، رئیس الملاحدہ با اتباع و احزاب خویش نیست و نابود شود، و گرد تفرقہ بر ساحت احوال
ساکنان عرصۂ وسعت آباد ہندوستان بہشت نشان کہ از میامن جد و اجتہاد اجداد عظام گردون مقام
و آبائے کرام فلک احتشام جزاہم اللہ تعالیٰ عن عز المسلمین خیر الجزاء و از لوث کفر و شرک مصفا گشتہ بجوزہ
اسلام درآمدہ بہ نشیند،

برادر بجان برابر اعز ارشد کامگار نامدار عالی تبار بمقتضائے رائے صواب نمائے خیر و آرائے دولت
از کہ اجل مواہب الٰہی است عمل نمودہ درین مہم عاقبت محمود توفیق موافقت و مرافقت یافتہ بودند و
قواعد مواخات و موالات را کہ بروابط عہود و مواثیق استحکام پذیرفتہ بود مجدد و چنانچہ باید بایمان کثیر الایقان
موسس ساختہ با خود مقرر کردہ کہ بعد استیصال آن دشمن دین و دولت و استقرار و انتظام امور سلطنت
نیز بر جادۂ قدیم وفاق و اتفاق استقامت ورزیدہ بہمین دستور ہمہ وقت و ہمہ جا در ہمہ کار رفیق و شریک
باشند و با دوست ما دوست و با دشمن ما دشمن بودہ در ہیچ حال از مرضیات خاطر عاطر بیرون نہ روند،
و از جملہ ممالک محروسہ موروثی بآنچہ حسب الالتماس آن درۃ التاج حشمت و کامگاری بایشان واگذاشتہ
شود قانع و خورسند گشتہ افزون طلبی ننمایند،

بنابران از روے وفور شفقت و عاطفت و نظر بمراتب کہ تعہد پاس آن نمودہ اند مرقوم قلم والا رقم
میگردد کہ انشاء اللہ تعالیٰ تا زمان کہ از ان برادر حمیدہ اطوار نکو خصال خلاف اخلاص و یکجہتی و یکرنگی و حق شناسی
بوقوع نیاید اشفاق و مہربانی ہائے ما در بارۂ ایشان روز افزون خواہد بود و تقع و ضرر جانبین را
یکے دانستہ در جمیع اوقات شرائط عنایت و امداد و مراسم یگانگی و اتحاد را بابلغ وجہی مرعی خواہیم داشت
و الطاف و مراحم کہ امروز نسبت بان عزیز از جان مبذول است پس از حصول مامول و برافتادن

ن ۱ - مرافقات ن ۲ قویم، ف اعانت ؛

ملحد نامقبول بہمہ نمط بلکہ بہتر ازان مامول گشتہ دقیقہ از دقائق آن مہمل نخواہیم گذاشت د بوفائے وعدہ برادر خجستہ چنانچہ سابق مقرر شدہ بود، صوبہ لاہور و کابل و کشمیر و ملتان و بھکر و تتہ تمام ان ضلع را تا ساحل خلیج عمان بآن نامدار والا تبار واگذاشتہ درین باب مذایقہ را مجال نخواہیم داد و بعد فراغ از استیصال ملحد نکوہیدہ افعال قمع خاربن شر و فساد او از چارچمن دولت خداداد ابد اتصال کہ رفاقت و ہمراہی آن تازہ نہال بوستان سلطنت و اقبال درآن کار لازم و ناگزیر است بے توقف ایشان را بدان حدود روانہ نمودہ اصلاً و قطعاً بہ تاخیر رخصت راضی نخواہم شد و مشرب صحبت و مودت و صداقت و فتوت را از غبار القاس ارباب غرض کہ اشر الناس اند از صفا بیندا ختہ جز بہبود دارین و کامیابی نشاتین آن عین الانسان و انسان العین نخواہم اندیشید در صدق این دعوی خدا و رسول مجتبی را گواہ گرفتیم و وثیقہ را بجہت مزید اطمینان و استظہار خاطر ان گرامی برادر بمہر و نقش پنجۂ مبارک کہ خود مزین گردانیدیم باید کہ ایشان نیز منطوق آیت کریمہ و اوفو بالعھد ان العھد کان مسئولا، مطمح نظر سعادت اثر داشتہ در پاس لوازم معاہدہ کہ مورث نیکنامی دنیا و آخرت است باقصے الغایت کوشیدہ برین منہج صواب مستقیم باشند و اوضاع پسندیدہ خود را از وخامت تغیر بوجہے کہ شاید صیانت نمودہ گفتہ تا خردان کوتاہ اندیش را کہ از غایت دناءت ہمت در کاکت نظرت جلب منافع ردیہ و تحصیل اغراض فاسدہ خویش بر صلاح جان و مال ولی نعمت مقدم می دارند و از انواع طرق در آمدہ بہ تاویل باطلہ موہمہ ہنگامۂ شورش و فساد را گرم می سازند و از ان دستاویز اشرار درین جز و زمان بسیار و بے شمار اند بہ سمع رضا اصغا نکنند و پیوستہ بانور شمع سعادت افروز خرد و دوربین و عقل اصلاح گزین در مسالک معاشرت سلوک نمودہ این مشعلہ خورشید ضیا را از باد دم سردان روزگار نگاہ دارند، وفقنا اللہ تعالیٰ وایاکم کما یحسب ویرضاہ واللہ یحق الحق وھو یھدی السبیل[1]

---

[1] عاقل خان رازی نے چند سطروں میں اس معاہدہ کا حوالہ دیا ہے اور مذکورہ بالا معاہدہ کے شرائط کے علاوہ تقسیم غنیمت کے طریقہ کو بھی بتایا ہے، چونکہ اصل عہد نامہ میں یہ نہیں ہے، اس لیے بہت ممکن ہے کہ یہ دفعہ بعد میں طے ہوئی ہو،

نامۂ شاہجہان بنام مراد بخش[1]

"روزے بادشاہجہان کہ از نواب قدسی القاب معلی جناب اورنگ زیب شاہ آزردگی خاطر داشت دو کلمہ از راہ ستر و خفا بمہر و دستخط خویش بدست محرمے بسلطان مراد بخش مرقوم نمودہ فرستادند مضمونش آنکہ :-

"بادشاہی کل ہندوستان بطیب نفس و طوع ضمیر بآن فرزند سعادت پیوند حوالہ نمودہ ایم، باید کہ درین باب کمال آگاہی و بردباری بتقدیم رسانیدہ مطلقاً این راز سربستہ را بہیچ کس از نزدیک و دور ظاہر نسازد، بعد از روزے چند برادر زادہ را بہ بہانۂ ضیافت بخانۂ خود طلب داشتہ کار ہر دو بپایان رساند، و خطبۂ ملک بنام و لقب خویش مزین گرداند کہ من برضائے خاطر عہدہ این امر خطیر را بآن فرزند عقیدتمند سپردہ ام، این کار عالی را از روئے آگاہی سرانجام بخشند۔"

(بقیہ حاشیہ صفحہ ماقبل) بہر حال ہم اس کی عبارت بھی نقل کر دیتے ہیں :-

"بنائے عہد و پیمان استحکام گرفتہ اساس کار بدین رنگ قرار یافت کہ ثلث غنائم نصیبۂ سلطان باشد و ثلثان بسرکار فیض آثار عائد گردد و بعد از تسخیر قلمرو حضرت صاحبقران و فتح ممالک ہندوستان، ولایت پنجاب و ملتان تا تتہ و کشمیر و کابل بجناب سلطان تعلق گیرد، آنجناب در ولایت مذکورہ علم سلطنت برافرازد ۔۔۔۔ و کوس فرمانروائی بنوازد، و خطبہ و سکہ بنام خود بسازد"

[1] تاریخ شاہ شجاعی ورق ۷۹ ب و ۸۰ الف نسخۂ قلمی انڈیا آفس نمبر ۵۳۳،

مغارِ اجنٹہ

از

سید تمکین کاظمی، ایم، آر، اے، ایس، لندن،

معارف بابتہ ماہ اکتوبر سنہ ۱۹۲ء میں ہم نے "مغار ایلورہ" کا مختصر حال لکھا تھا، اب اسی سلسلہ کے دوسرے غار "اجنٹہ" پر ایک مختصر مقالہ سپرد قلم کیا جاتا ہے،

اجنٹہ، خطِ طول بلدِ شرقی ۵° ۴۶' ۷۵ اور خطِ عرض بلدِ شمالی ۲۰° ۳۲' کے تقاطع پر واقع ہے، یہ نواب سالار جنگ بہادر کی جاگیر اور تعلقہ "بھوکردن"، ضلع اورنگ آباد کا ایک موضع ہے، اس کے اطراف سنگی فصیل ہے جو نواب آصفجاہ اول نے سنہ ۱۷۲۷ء میں بنوائی تھی، یہ موضع اجنٹہ گھاٹ کی چوٹی پر واقع ہے، موضع اجنٹہ سے چار میل جانب شمال مغرب "اندہیادری" پہاڑوں کے سلسلہ پر بودھ مذہب کے غار ہیں، تمام درہ جس میں یہ غار ہیں گھنے درختوں سے گھرا ہوا ہے، اور بالکل غیر مسطح، پہاڑ کی عمودی دیوار میں (۲۵۰) فٹ مرتفع حصہ پر یہ غار کھدے ہیں، یہ گھوم کر نصف دائرہ کی شکل پیدا کرتے ہیں ان کے دامن میں "واگھرا" ندی بہتی ہے، ان غاروں کا سلسلہ شرقاً غرباً نصف میل کے قریب ہے، اور "امیگڈلائڈ ٹرپ" کے اس دیوار میں واقع ہے جو پہاڑی کے نیچے ۵ سے [illegible] فٹ تک مرتفع ہے، اس درہ کا تنگ ترین حصہ آگے بڑھ کر ایک سات درجہ آبشار [illegible] میں ختم ہو جاتا ہے، جسے "سات کنڈ" کہتے ہیں، اور (۷۰) سے (۱۰۰) فٹ تک بلند ہے،

ان غاروں میں مدت تک وحشی اقوام نے اپنی زندگی گذاری ہے، آس پاس کے لوگ بھی واقف تھے مگر سنہ ۱۸۱۹ء میں مدراس کے چند فوجی انگریزوں نے ان کو دیکھا اور سنہ ۱۸۲۴ء میں سر جیمز الگزنڈر صاحب نے دیکھی اور پھر سنہ ۱۸۲۸ء میں کرسکی اور رالف صاحب نے معائنہ کیا، مسٹر جان ملکم صاحب بھی ڈاکٹر [illegible] ان غاروں کے دیکھنے کے لئے

گئی، سنہ ۱۸۴۳ء میں دوسری مرتبہ کپتان گل صاحب نے حکومت ہند کے حکم سے ان غاروں کے نقشے اور تصاویر تیار کئے جو لندن بھیجے گئے اور "کرسٹل پیلس" میں نمائش کے لئے رکھے گئے تھے، جو سنہ ۱۸۶۶ء کی عظیم الشان آتش کے نذر ہوئے مگر ان میں کے دو سالم تصاویر اور آٹھ علیحدہ علیحدہ ٹکڑے اسپیر صاحب کی کتاب (وضع معاشرت ہندوستان قدیم) میں موجود ہیں، "انڈین انٹی کویری"، جلد دوم و سوم، تاریخ تعمیرات ہند از فرگسن صاحب سنہ ۱۸۷۶ء اور اجنٹہ کے بودھی مناد[ر]، از برگس صاحب سنہ ۱۸۷۹ء، جنوبی ہند کے غاری مندر، از برگس صاحب سنہ ۱۸۸۳ء، رنگین مرقع غارہائے اجنٹہ مرتبہ گریفتس صاحب سنہ ۱۸۹۶ء، "تاریخ قلمرو آصفی مرتبہ اسٹوریکل پبلشنگ کمپنی فلاڈلفیا امریکہ"، "تمدنِ ہند مرتبہ موسیو لیبان" میں بھی ان غاروں کی تصاویر موجود ہیں،

سررشتہ آثار قدیمہ سرکار عالی کی طرف سے مولوی غلام یزدانی ایم، اے، ایم، آر، اے، ایس، نے نہایت عمدہ رنگین تصاویر اور نقشے تیار کئے ہیں جو ان تمام مذکورہ بالا نقشوں پر فوقیت رکھتے ہیں، ان میں کی اکثر تصاویر سررشتہ آثار قدیمہ کی رپورٹوں کے ساتھ طبع ہوئی ہیں[1]،

بمبئی کے سررشتہ آثار قدیمہ نے گریفیس صاحب کو روانہ کرکے اجنٹہ کے نقش و نگار کے نمونے سنہ ۱۸۷۲ء میں بنوائے تھے، جو ہندوستانی نمائش، "(انڈیا میوزیم)" میں موجود ہیں،

سب سے پہلے ان غاروں کا حال غالباً فرگسن صاحب نے سنہ ۱۸۴۳ء میں اپنی کتاب "ہندوستان کے غاری منادر" میں تفصیل سے لکھا ہے، اس کے بعد اور بہت سے ماہران آثار قدیمہ نے بھی خامہ فرسائی کی،

ان غاروں کی تعداد کل ۲۹ ہے، ان میں ۲۴ دیہار (رہبان خانے) اور ۵ چیتیان (مندر) سخت ترین پتھر میں تراشے ہوئے ہیں، مسٹر برگس لکھتے ہیں کہ "ہر مندر کے پیچھے کا (اندرونی) حصہ مدور ہے اور چھت بلند اور کامدار، جن میں لکڑی کے تیروں کی طرح پتھر کے تیر دیئے گئے ہیں، چاروں طرف سخت پتھروں کے ستون تراشے ہوئے ہیں، قدیم غاروں میں سادہ اور ہشت پہلو وضع کے ستون ہیں جن میں بنیادی کرسی اور راس نہیں ہے انکے

[1] سررشتہ آثار قدیمہ سرکار عالی کی طرف سے رنگین تصاویر زیر طبع ہیں جنکی نگرانی خود مولوی غلام یزدانی فرما رہے ہیں، جو ایک عمدہ چیز ہوگی، تمکین،

بدھ کے تراشیدہ غارون مین کرسی اور راس موجود ہے، اور ستون منقش ہین، اندرونی حصہ مین دگھوبا (تبرک رکھنے کی جگہ) پتھر کا بنا ہوا ہے، جس کی شکلین مختلف مقامات پر مختلف یعنی سادہ، منقش، مجوف، استوانہ وغیرہ ہے، وہیارون کے مربع حجرے ہین جن کی چھتین ستونون کی قطارون پر قایم ہین، بڑے غارون مین پتھر کا تراشا ہوا، برآمدہ بھی ہے جس کے دونون کونون پر حجرے ہین، جو آمد و رفت کے دروازہ کو روک دیتے ہین، بعضون کے وسط مین والان ہین جن کے عقب مین چھوٹے حجرے اور زیارت گاہین ہین جن مین بودھ کا مجسمہ بٹھلایا گیا ہے،

گرہیا مین غار کے تین طرف حجرے سیدھے سادھے ترشے ہوئے ہین، سوائے چند نئے غارون کے اور غار ناتمام ہین، مگر تمام غارون کی دیوارون، چھتون، ستونون وغیرہ پر رنگ کیا ہوا ہے، اور مورتین بھی رنگی گئی ہین، ان غارون مین ۲۵ کتبے ہین جن مین سے ۱۷ اندرونی حصون مین اور ۸ بیرونی جانب کندہ مین جن مین متبرک بانیون کے نام ظاہر ہوتے ہین، یہ سنسکرت اور پراکرت مین ہین، صرف ایک وہیارے کا رخ عمدہ ترشا ہوا ہے، مگر ایسے نقوش تمام غارون مین دروازون مین دریچون پر موجود ہین، قدیم مندرون پر بھی نقش و نگار ہے جو صرف بیرونی حصہ تک محدود ہے مگر بعد کے چیتنا کی دیوارین، ستون، داگھوبا وغیرہ نقش و نگار سے ملے ہوئے ہین، اور سنگتراشی کی کوئی خوبی نہین صرف بودھ اور اس کے پیرون کے بت مختلف طریقون سے تراشے گئے ہین،

ان رنگین تصاویر کا درجہ بہت ہی بلند ہے، جس زمانہ مین یہ تیار ہوئے ہین اس زمانہ کی یورپ کی مصوری سے بڑھا ہوا اعلی ہین، علم تشریح الابدان سے یہی کام لیا گیا ہے، چنانچہ، انسانی جسم کی مختلف حالتین دکھائی گئی ہین، تصاویر مین نہایت کامیاب کوشش کے ساتھ میدان گھسا یا گیا ہے، ہاتھ پاؤن عموماً خوبصورت بنائے گئے ہین، بودھ اور اس کے شاگرد، شرکین، جنگ، سواری، جلوس، مکانات وغیرہ کی حالت عمدگی سے دکھائی گئی ہے، مکانات کی اندرونی حالت، عشق و شادی، موت وغیرہ اور عورتون کی مختلف شکلین دکھائی گئی ہین، شکارگاہ مین ہاتھی سے لیکر بھیڑ بکری، سانپ، مچھلی تک، دکھائے گئے ہین، جہازون کی تصاویر بھی موجود ہین، اسباب خانہ داری مین صرف گھڑا، لوٹا، کٹورا، کشتی، آفتابہ، چل اور اس کا دستہ دبٹام کی تصویرین ہین، معرکہ رزم مین عباسی کی سی کسی قدر خمدار تلوار

لمبے اور چھوٹے برچھے، گرز، تیر کمان، اور بندوق کی طرح کا ایک ہتھیار اور ایک چکر جس کے وسط مین آڑی سلاخین ہین اور مختلف اقسام کی سپرین، دکھائی گئی ہین، سوارون کے سر پر ایک چیز یونانیون کے خود کی سی بھی دکھلائی گئی ہے اور تین گھوڑون کی گاڑی بھی، ان تصاویر مین بودھ کے تاریخی حالات دکھائے گئے ہین، ناگا کے قصص، اور دوسرے مناظر بھی، یہ تصاویر نہایت ہی عمدہ رنگ سے رنگی گئی ہین بعض تصاویر پھر پر چونے سے بنائی گئی ہین، جن مین رنگ اندر تک سرایت کر گیا ہے، ان کی تیاری کی تاریخین مختلف ہین، کوئی زمانہ معین نہین کہا جا سکتا، یہ سب تصاویر ایک ہی زمانہ کی بھی نہین ہین،

ان غارون سے بودھ قوم کی آٹھ سو برس کی مسلسل علمی اور فنی اور مذہبی تاریخ ظاہر ہوتی ہے، یعنی اشوکا کی بادشاہت کے تھوڑے عرصے بعد بودھ مذہب کے زوال تک، ان مین سب سے قدیم تصاویر دو سو برس قبل مسیح کی ہین اور سب سے جدید چھٹی صدی عیسوی کی،

اجنٹہ کے غار اور تصاویر نسبتاً ایلورا کے عمدہ حالت مین ہین اس کی وجہ یہ ہے کہ بد مذاق شوقین اجنٹہ تک کم پہونچتے ہین، کیونکہ راستہ کی دشواری اور دوری کی وجہ وہ لوگ جو صرف سرسری نظر سے دیکھنے یا دل بہلانے کا ارادہ رکھتے ہین اور تصاویر کو دیکھنے کے بعد کم از کم ناک، کان، منہ وغیرہ پر اپنی دراز دستی کا سکہ بٹھا جاتے ہین، نہین پہونچ سکتے، یہان صرف وہی لوگ آتے ہین جو علم الآثار سے واقف ہون اور ان چیزون کی اہمیت سمجھتے ہون، بخلاف اس کے خلدآباد کے عرس مین شریک ہونے والے، اور ایلورا (دیرول) کی ڈول کی جاترا مین شریک ہونے والے کوتہ آستین دراز دست ہمیشہ غارہائے ایلورہ مین نظر آتے ہین اور باوجود شدید نگرانی کے کچھ نہ کچھ صدمہ ضرور پہونچا دیتے ہین، اگر مولوی غلام یزدانی صاحب ناظم آثار قدیمہ سرکار عالی حفاظتی تدابیر اور سخت نگرانی نہ کرتے تو کبھی کے ایلورا کے غار تصاویر سے معرا نظر آتے، ماہران علم الآثار کو مولوی صاحب کا شکریہ ادا کرنا چاہئے کہ انکی بدولت ایلورا اس قدر عمدہ حالت مین ہے،

ان غارون کی نسبت برجس صاحب ایم، آر، اے، ایس، ایف، آر، جی، ایس، کا خیال ہے کہ... کی

تعمیر ہوئے" اندازہ لگانا مشکل ہے مگر بعض قدیم نقوش جو نمبر (۱) اور (۱۰) کے غارون مین ہین، سنہ عیسوی کی دوسری صدی کے ہین، اور باقی اکثر چھٹی صدی عیسوی کے اور بعض ساتوین صدی کے بھی"،

گریفتس صاحب کی رائے ہے کہ "اتالیا مین چودھوین صدی مین جس قسم کے نقش و نگار ہوتے تھے اسی قسم کے یہ بھی ہین جن سے پایا جاتا ہے کہ ان کے اور ان کے خیالات بہت مشابہ تھے، اس کے بنانے والے خواہ کوئی ہون، مگر ان کی نسبت یہ خیال کیا جاسکتا ہے کہ وہ ضرور دنیاداروں سے میل جول رکھتے تھے اور ان کے حالات سے اچھی طرح واقف تھے، کیونکہ ان نقش و نگار مین روزانہ زندگی کے مناظر عمدگی سے دکھائے گئے ہین، اور یہ انھین لوگون کا کام ہے جو رات دن اس کو دیکھتے ہون، ان لوگون کے باریک بین اور صاحب نقاد ہونے مین کلام نہین"،

موسیو لیبان مولف تمدنِ ہند کا خیال ہے کہ "ہند کی قدیم ترین اور عمدہ ترین یادگارون مین اس قسم کے مندر اور خانقاہین جو پہاڑون کے دامن کو کاٹ کر بنائی گئی ہین، اس قسم کی عمارات دو سو سال قبل مسیح کے قبل نہین پائی جاتین، اگرچہ پہاڑون مین بعض بعض زیر زمین دالان بھی موجود ہین، جن کا زمانہ پانچسو سال قبل مسیح کا ہے لیکن یہ صرف غارون کی حیثیت رکھتے ہین، ان پر عمارات کا اطلاق نہین ہو سکتا، یہ یادگار آٹھوین صدی عیسوی تک چلی گئی ہین، اور اس حساب سے ان کا زمانہ ایک ہزار سال کا ہے جب بدھ مذہب ہندسے اٹھ گیا تو ان یادگارون کا بنانا بھی مطلقاً موقوف ہوگیا، اس قسم کی جتنی عمارتین ہند مین موجود ہین ان مین سے (۹۰) فیصدی بدھ مذہب سے متعلق ہین اور (۱۰) فیصدی برہمنی یا جینی مذہب سے"،

موسیو تھیونو کا بیان ہے کہ "ان ہزارون مورتون کا جو قدرتی چٹانون کو تراش کر بنائی گئی ہین خیال کرتے ہین تو بے ساختہ زبان سے یہی نکلتا ہے کہ انسان کی طاقت سے یہ کام کہین بڑھ کر ہے اور اگر یہ نہین تو کم از کم یہ کہنا پڑتا ہے کہ جس زمانہ مین یہ چیزین بنائی گئی ہین اگرچہ ان کی تعمیر اور نقاشی ایسی نہین ہے جیسی کہ اس وقت ہم کرسکتے ہین تاہم اس زمانہ کے آدمی مطلق وحشی نہ تھے"،

ہر ایک غار کا مختصر ذکر یقین ہے کہ احباب دلچسپی سے دیکھین گے،

غار نمبر ۱، یہ ایک چھوٹی سی کتاب ہے جو اجنٹہ کی اور خانقاہون کی نسبت خوبصورت ہے، برآمدے کے سامنے ایک خوبصورت ڈیوڑھی ہے جو نہایت عمدہ کھدی ہوئی ہے اور اس مین گذشتہ شان و شوکت کی جھلک پائی جاتی ہے، برآمدے کے باہر ہر دو طرف دو ستون ہین جن کی دیوارون کے سامنے دو دو ستون اور ہین، مغربی طرف کا کمرہ دوسرے کمرے سے ملا ہوا ہے جو ۱/۲ ۱۳ فٹ مربع اور قدرے تاریک ہے، درمیانی طرف کے کمرے سے دوسرے دو کمرے اور ملے ہوئے ہین جو کسی قدر چھوٹے ہین، اس کا برآمدہ (۶۴) فٹ لمبا (۱/۲ ۹) چوڑا اور ۱/۲ ۱۳) اونچا ہے، اس کے گلر نقش و نگار اور سنگ تراشی کا عمدہ نمونہ ہین، بیرونی دروازے کے چوکھٹے پر نقش و نگار ہے، اور گلر کے اوپر کے حصہ مین الگ الگ خانے بنے ہوئے ہین، جن مین انسانی مورتین یا ہنس کے جوڑے ہین، جن کے پر نقش و نگار کے اوپر سایہ کئے ہوئے ہین، یہ صنعت منگالیون سے زیادہ خصوصیت رکھتی ہے، برآمدے کے بیچ مین ایک بڑا دروازہ ہے جو ایک بڑے دالان سے جو تقریباً (۶۴) فٹ مربع ہے، ملا ہوا ہے، اطراف مین (۲۰) ستون ہین اور ستونون کے درمیان مین ۱/۲ ۹ فٹ کا راستہ ہے اس مین ایسی ہی سنگ تراشی ہے جیسی کہ سیلون، برما، اور چین کے بودھ لوگ کیا کرتے ہین، ان ستونون کے بیچ مین ایک ستون خاص طور پر قابلِ ذکر ہے، جس پر چار ہرن ہین اور ان کے سر اس خوبصورتی سے تراشے گئے ہین کہ ذرہ بھر فرق نہین اگر ان مین سے کوئی ایک سر چارون مین سے کسی ایک کے جسم پر رکھدیا جائے تو بالکل ٹھیک معلوم دیگا، اس غار مین جوگیون کے لئے کمرے بھی بنے ہوئے ہین اور بودھ کی ایک تصویر بھی (۲۰) فٹ کی ہے، اس کے نقش و نگار علم آثار کے دلچسپ ترین نمونے ہین، بعض تصاویر خصوصیت سے قابلِ ذکر ہین، جنھین شیرین اور خسرو کے نام سے شہرت دیگئی ہے،

غار نمبر ۲، یہ بھی ایک خانقاہ ہے جو پہلی خانقاہ سے چھوٹی اور صناعی مین اس سے کم ہے، اس غار کی عبادت کی جگہ (۴۷) فٹ لمبی اور (۱۱) فٹ چوڑی اور (۱۱) فٹ پانچ انچ اونچی ہے، اس مین تاریکی ہے

چونکہ مدت تک چمگادڑین رہ چکی ہین، اس لئے نقش و نگار خراب ہوگیا ہے، اکثر نقش و نگار برآمدے مین محفوظ بھی ہین، برآمدہ اور دالان کی تصاویر سے ان راجاؤن اور رانیون کے واقعات ظاہر ہوتے ہین جو مشہور ہین، مندر کی دیوار پر بودھ اور اس کے خدمتگارون کی تصاویر ہین، ان کے مقابل مین چھت کے ایک حصے پر بعض لٹکتی ہوئی مورتین بنی ہوئی ہین، جو بودھ کو پھول چڑھا رہی ہین، ان غارون مین سے ۳۸ نقوش نہایت واضح ہین،

غار نمبر ۳، یہ چھوٹی سی خانقاہ ہے جو ناتمام ہے، برآمدہ ۲۹ فٹ لمبا اور ۷ فٹ چوڑا ہے، جس کے نیچے چار گول اور دو مربع ستون ہین جن پر نقش و نگار نہین، دروازہ بھی ٹھیک طور پر نہین کھدا ہے،

غار نمبر ۴، یہ خانقاہ دوسری خانقاہون سے بڑی ہے، برآمدہ ۸۰ فٹ لمبا ہے اور ۶۲ فٹ چوڑا اور ۱۷ فٹ اونچا، اس مین آٹھ ستون ہین جو ہشت پہلو تراشے گئے ہین، برآمدے کے دونون طرف دو کمرے ہین ۱۰ فٹ طویل اور ۹½ فٹ عریض، ان کے چھوٹے چھوٹے دروازون پر تین تین زینے ہین، دالان کے تین دروازے ہین، بیچ کا دروازہ تمام غارون کے دروازون سے زیادہ مکمل اور خوبصورت ہے، بودھ کی ایک مورت اس طرح بنی ہوئی ہے کہ وہ دعا مانگ رہا ہے، اس مورت سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ اس زمانہ کے قریب کی بنی ہوئی ہے کہ جب ایلورا، دھیڈناڈا، اور اورنگ آباد کا ساتوان غار تیار ہوا ہے، اس مین نقش و نگار نہین البتہ چھت پر ایک جگہ نہایت ہی عمدہ رنگ ہے، دالان ۸۰ فٹ مربع ہے جسمین ۲۸ ستون ہین جو گذشتہ غارون کے ستونون کی طرح منقش نہین ہین،

غار نمبر ۵، اس مین داخل ہونے کے لئے نمبر ۴ سے ایک ناہموار اور پتھریلا راستہ ہے، یہ ایک غیر مکمل خانقاہ ہے اس کا برآمدہ ۴۵ فٹ طویل اور ۸ فٹ ۸ انچ عریض ہے، اس مین چار ستون ہین جن مین سے صرف ایک مکمل ہوا ہے، دروازے پر مورتین ہین، مگر اندر کوئی خاص صفت نہین ہے،

غار نمبر ۶، اس غار کے دو درجے ہین، پچھلے درجہ کا تمام برآمدہ شکستہ ہے، دالان ۴۵ فٹ مربع ہے جس مین ۱۶ ستون ہین، جن مین سے صرف ۷ باقی رہ گئے ہین چونکہ اس مین وحشی لوگ رہتے اور آگ وغیرہ جلایا کرتے تھے، اس لئے حالت کسی قدر خراب ہوگئی ہے، اوپر کے برآمدے مین ۴ گول اور ۲ مربع ستون ہین، ایک مربع ستون نہایت ہی عمدہ ہے، نسبتہً اور غارون کے اس مین بودھ کی مورتین کثرت سے بنی ہوئی ہین، جنمین اکثر مورتین کھڑی ہوئی ہین، یہ غار زیادہ قدیم نہین معلوم ہوتا، اگرچہ نقوش مٹ گئے ہین، مگر محل شاہی کا منظر نظر آہی جاتا ہے، پرستش گاہ کے دروازے کے دونون بازوؤن پر اندرا کی تصاویر ہین،

غار نمبر ۷، یہ بھی ایک خانقاہ ہے مگر مذکورۂ بالا خانقاہون سے مختلف، اس کے برآمدے مین دو ڈیوڑھیان ہین، اور ہر ایک مین دو دو ہشت پہلو ستون، جو ایلیفنٹا (گھارا پوری) کے غار کے ستون سے مشابہ ہین، بودھ کے علاوہ، بودھی ساترا وغیرہ کی مورتین بھی ہین، جو بیٹھی اور کھڑی مختلف حالتون مین ہین، پرستش گاہ کے دروازہ کے اوپر دو مورتین ہین جن کے سر اور پنجے شیر ببر کے سے ہین، برآمدہ مین چھوٹے چھوٹے دو اور کمرے ہین جن مین سے پرستشگاہ کا راستہ بھی ہے، ان کی چھت سیاہ اور دیوارین منقوش ہین،

غار نمبر ۸، یہ بھی ایک خانقاہ ہے مگر اگلا حصہ منہدم ہوچکا ہے، دالان کی لمبائی ۳۲ فٹ اور چوڑائی ۱۱ فٹ ہے، اونچائی تقریباً ۱۰ فٹ، پیش دالان کے دونون طرف دو حجرے ہین، دروازہ نیچا ہے اور اس کے پیچھے ایک پتھر کی چوکی، جو غیر منقش ہے،

غار نمبر ۹، یہ غار ایک چھوٹا سا مندر ہے اور بہت قدیم، اس کی تعمیر سنہ عیسوی کے پیشتر کی صدی کی ہے، اس کا طول ۴۵ فٹ، عرض ۲۲½ فٹ ہے اور عمق ۲۳ فٹ ۷ انچ ہے، وسط مین ستونون کی ایک قطار ہے، جن کے دونون طرف دو راستے ہین، ستونون کے پیچھے نصف دائرہ کے بیچ مین پرستشگاہ ہے، جس کا قطر ۷ فٹ ہے، اور بنیاد ایک سادے بیلن کی طرح ۵ فٹ اونچی ہے، اوپر ایک گنبد ہے جو تقریباً ۶ فٹ ۱۴ انچ قطر کا ہے، اور اونچائی ۴ فٹ، گنبد پر ایک مربع کنگرہ ہے جو ۱½ فٹ بلند ہے،

اور اس کے اطراف کٹہرا، اس کی شکل قدیم زمانہ کے صندوق کی سی ہے، گویا یہ ایک میز ہے، جسمین چھ خانے ہین، جن مین کا ہر ایک خانہ نچلے خانے سے قدرے باہر نکلتا ہوا ہے، اس مین (۲۱) ہشت پہلو ستون ہین، جو سادے ہین، اس کے نقش ونگار دو مختلف زمانون کا پتہ دیتے ہین،

غار نمبر ۱۰، یہ اجنتہ کے مندرون مین قدیم ترین ہے، پہلو کا حصہ لکڑی کا ہے، جیسا کہ کارلی وغیرہ مین ہے، نقش ونگار قطعاً نہین، بنیاد کا قطر (۵½) فٹ ہے اور گنبد نصف کرہ سے کچھ زیادہ ہے، ایک بڑی کمان بنی ہوئی ہے، جس کے داہنی جانب یہ کتبہ ہے،

"گریہا مکھا کی نذر، داشش تھیوترا کی طرف" (ترجمہ)۔

چونکہ کتبہ غیر مربوط ہے، اس لئے یہ کہنا مشکل ہے کہ یہ غار داشش تھیوترا نے کھدوایا، یا صرف دروازہ بنوایا، مگر اس کی تعمیر یا تو سنہ عیسوی کے قبل کی دوسری صدی مین ہوئی ہے یا دوسری صدی عیسوی کے نصف اول مین، نقش ونگار کے دھندے آثار البتہ باقی ہین، جیمز برجس صاحب سنہ تعمیر دوسری صدی عیسوی قرار دیتے ہین،

غار نمبر ۱۱، یہ خانقاہ ٹیلے کی بلندی پر واقع ہے، یہ ایک معمولی خانقاہ ہے، ستون ہشت پہلو اور بدوضع ہین، غالباً یہ ستون تراشی کے اولین نقوش ہین، بلندی پر چند کمرے واقع ہین، جو مشکل سے دکھائی دیتے ہین، بائین طرف ایک سرنگ نما راستہ ہے، جو ایک مخفی کمرے کو جاتا ہے، سیدھے طرف پتھر کی نشستگاہ ہے، اور پرستشگاہ مین بودھ کی مورت اور اس کے مقابل ایک خوبصورت مجسمہ ہے، جو زانو کے بل شیوۂ عبودیت بجالا رہا ہے، اس کے منہ اور ہاتھ کو صدمہ پہونچایا گیا ہے، برآمدے کی چھت اور باہر کا حصہ منقوش ہے، اور علم مساحت کا عمدہ نمونہ ہے، اندر بودھ اور بودھ ستوا کی مدہم تصاویر ہین،

غار نمبر ۱۲ و ۱۳، دونون خانقاہین قدیم ہین، دروازے منہدم ہو چکے ہین، کمرون مین پلنگ نما

پتھر کے صوفے بنے ہوئے ہین جو سنہ عیسوی کی دوسری صدی کے غارون کی خصوصیت رکھتے ہین، نمبر ۱۲ کا دالان (۳۶½) فٹ مربع ہے، اور اندر تین طرف چار چار حجرے ہین، کمرون کے دروازون پر سائبان ہے جس کی وضع مندر کے دریچے کی سی ہے، اور جگہون پر بھی دریچہ نما نقش ہین عقبی دیوار پر ایک کمرے کے دروازے کی بائین طرف دو سطر کندہ ہین،

غار نمبر ۱۴، یہ غار نمبر ۱۳ کے اوپر بنا ہوا ہے، اور اس مین جانے کے لئے نمبر ۱۲ مین سے ایک ناہموار راستہ ہے چونکہ یہ غار ناکمل ہے، اس لئے خیال کیا جاتا ہے کہ آخری کھدائی کا نمونہ ہے،

غار نمبر ۱۵، اس کا برآمدہ خانقاہ کی طرح ہے، دروازہ ٹوٹ گیا ہے، برآمدے کے دونون طرف دو کمرے ہین اور اندر (۳۴) فٹ مربع دالان، جو (۱۰) فٹ (۱۲) انچ اونچا ہے، اس مین ستون نہین مگر چارون کونون پر چار کمرے ہین، پرستش گاہ مین ایک پہیہ دار چوکی پر بودھ کی مورت چار زانو بیٹھی ہوئی ہے اور اس مین شیر ببر جتے ہوئے ہین، پیش دالان کی چھت کسی قدر منقش ہے،

غار نمبر ۱۶، یہ ایک عمدہ اور عظیم الشان خانقاہ ہے، اور نقش ونگار کے اعتبار سے تمام غارون مین اچھی ہے، اس کے تین دروازے ہین، ایک بیچ مین کھلتا ہے اور دو بازوؤن مین، بڑے دروازے کے دونون طرف دو مربع ستون ہین، جن پر عورتون کی مورتین کھدی ہوئی ہین، دالان ۶۶½ لانبا، ۶۵½ فٹ چوڑا اور ۱۵½ فٹ اونچا ہے، چھت مین (۲۰) ہشت پہلو کڑیان ہین، مندر کا راستہ دالان مین سے ہے جس کے دونون طرف دو کمرے ہین پرستش گاہ اور دالان کے درمیان ایک سنگین دیوار ہے، جسمین دو کھم ہین اور پورا حصہ مشبک، پرستشگاہ مین بودھ کی ایک بہت بڑی مورت تعلیم دیتے ہوئے تراشی گئی ہے، اس غار کی تاریخ (۵۰۰) عیسوی خیال کیجاتی ہے، چو طرف بہت سی کھدائیان ہین، مورتون کا بڑا حصہ ٹوٹا ہوا ہے، مگر جو کچھ بھی باقی ہے مشرقی صنعت کا ایک عمدہ ترین نمونہ ہے، اس سے رنگ آمیزی اور صورت کشی کا کمال ظاہر نہین ہوتا بلکہ مورتون کے چہرون پر اعلیٰ حالت ظاہر کرنے کا،

غار نمبر ۱۷، یہ خانقاہ نمبر ۱۶ کی ہمعصر اور ہم وضع ہے، فرگوسن صاحب ان دونون غارون کو بود
کے تمام غارون سے زیادہ عمدہ تصور کرتے ہین، اس کے دروازے سے ایک زینہ لگا ہوا ہے جو نیچے کسی تہ خانہ وغیرہ
کو پہونچتا ہے، بدھ کی مورتین اس غار مین کثرت سے ہین اور (۱۸) کمرے بنے ہوئے ہین، نقش و نگار
بہت ہے، تمام تصاویر اور نقوش عمدہ حالت مین ہین جن کا چربہ لیا جاسکتا ہے، اس کا نام "غار منطقہ" ہے
کیونکہ اس کے برآمدے کے بائین طرف ایک عجیب قسم کا دنیا کا گول نقشہ ہے جو بیچ مین سے آٹھ حصون پر
تقسیم ہوا ہے، اور ہر ایک حصے مین انسانون کی مختلف شکلین کھدی ہوئی ہین، ۱۸۲۹ء مین اس کے ایک حصے مین
(۴۳) شکلین گنی گئین، ہر ایک شکل (۵) سے (۷) انچ تک لمبی تھی، اس غار کے اکثر نقوش وغیرہ، بیلون ہاتھی
وغیرہ سے بنتے ہوئے ہین، مسٹر برگس نے ایک فہرست ترتیب دی ہے جسمین (۶۹) اشکال مندرج ہین جو جاتک
اور راجاؤن کی بعض مشہور حکایات سے متعلق ہین،

غار نمبر ۱۸، یہ صرف ایک پیش دالان ہے جو ۱۹ فٹ ۱۴ انچ لمبا ۸ فٹ ۱۰ انچ چوڑا ہے
جس مین دو ستون بھی ہین، یہ ایک پانی کے حوض کو ڈھانکنے کے لئے بنایا گیا، نمبر ۱۹ کا راستہ بھی اسی مین سے ہے،

غار نمبر ۱۹، اجنٹہ کے مندری غارون مین یہ تیسرا غار ہے، اس کی اندرونی ساخت نمبر ۹ و ۱۰ سے
مختلف ہے کیونکہ یہ مکمل اور منقش ہے، اس کی لمبائی ۴۶ فٹ، چوڑائی ۲۴ فٹ ۱ انچ، اونچائی ۲۴ فٹ ۴ انچ ہے، اسکے بیچون بیچ
اگلے حصے مین دو اور پچھلے حصے مین ۱۵ ستون ہین، ہر ایک ستون ۱۱ فٹ اونچا اور عمدہ تراشا ہوا ہے، گنبد
کے پہلو مین شیر کے سر بنے ہوئے ہین، درمیان مین بودھ کی مورتین ہین جن کے سرون پر چھتریان ہین، اس کی چھت
منقش ہے، جس مین عمدہ ترین پھول اور تصاویر ہین، پیش دالان پر سنگ تراشی کا کمال ختم کر دیا ہے، مسٹر فرگوسن
کہتے ہین کہ بودھیون نے اپنی عمدہ سے عمدہ صنعت اس غار پر صرف کردی ہے،

غار نمبر ۲۰، اس چھوٹی سی خانقاہ کے برآمدے مین چار ستون ہین، اس مین صرف ایک مورت ہے
جس کو جنتی بھیل، ہیٹ سین درانا تھ کہتے ہین، بودھ کی ہی اکثر مورتین ہین، دیوارین منقش تھین، مگر اب نقش و نگار

باقی نہین ہے،

غار نمبر ۲۱، یہ غار نمبر ۲۰ سے فاصلہ پر ہے، اس کا برآمدہ ٹوٹ گیا ہے، مگر ستون نہایت عمدہ ترشے ہوئے
موجود ہین، دالان کی چھت ۵۱ فٹ مربع ہے،
اس مین بارہ عمدہ ترین ستون ترشے ہوئے ہین، اس کا نقش و نگار، غار نمبر ۱۷، ستونون کی تراش غار نمبر ۲
سے ملتی ہوئی ہے، تمام نقوش نہایت ہی عمدہ حالت مین ہین، اس کا اصلی (نیلا) رنگ اب تک ویسا ہی تازہ
ہے جیسا کہ ایک ہزار سال قبل تھا،

غار نمبر ۲۲، یہ ایک چھوٹی سی خانقاہ ہے، ½۱۷ فٹ مربع اور ۹ فٹ اونچی، اس مین ۴
غیر مکمل حجرے ہین، ایک دروازہ نہایت خوبصورت ہے، ایک مختصر سا برآمدہ بھی ہے جس کے ستون ٹوٹ گئے
ہین، اس مین ایک بودھ کی مورت ہے جو اپنی خلاقیت کی مظہر یعنی کنول پر پاؤن رکھے کھڑی ہوئی ہے،
مندر کی داہنی طرف بودھ کی سات تصویرین کندہ ہین جن کے نیچے اس کا نام کندہ ہے جس کو اگر ملایا
جائے تو یہ جملے بنتے ہین،

"بکبا بکشو کا فیاضانہ ملاقات کا اقرار .... اس کا
معاوضہ .... مان باپ اور تمام مخلوق
کو ہوئے .... جنھین خوبصورتی اور خوش نصیبی
بخشی گئی ہے، اچھے اوصاف اور آلات .... درخشان ..
...... محافظ روشنی کا .... اس طرح خوش نما ہو"

غار نمبر ۲۳، یہ پچاس فٹ مربع اور ۱۲ فٹ اونچی خانقاہ ہے جو ۱۲ ستونون پر کھڑی ہوئی ہے،
برآمدے مین چار مکمل ستون اور دونون کونون پر برستنگا ہین، نقش و نگار نام کو نہین،

غار نمبر ۲۴، یہ بھی ایک ناتمام تقریباً ۷۵ فٹ مربع خانقاہ ہے، اگر یہ مکمل ہوتی تو یقیناً

نہایت ہی عمدہ خانقاہ بنتی مگر افسوس ہے کہ ابتدائی کھدائی کا کام کرکے چھوڑ دیا ہے، اس کے دیکھنے سے ان غارون کو کھودنے کا طریقہ معلوم ہوتا ہے، اس کو پہلے کلہاڑیون سے تراش کر سیدھی گلیان نکالی گئی ہین اور اس کے بعد ان مقامون کو چھوڑ کر جہان جہان ستون بنانا منظور تھا درمیانی دیوار کو توڑا گیا ہے، یہ غیر مکمل حالت مین کی کھدی ہوئی کان (معدن) سے قدرے مشابہ ہے،

غار نمبر ۲۵، یہ ٹیلے کی لبندی پر بنی ہوئی ایک خانقاہ ہے، اس کے تین دروازے ہین اور دالان ہے کمرہ یا پرستشگاہ نہین ہے، مگر برآمدے کے کنارے ایک کمرا ہے، جس کے داہنے بائین حجرے بنے ہوئے ہین سامنے ایک حوض ہے، جس مین دو کمانین، اور ایک دروازہ ہے جو بازد کے غار کے کوٹھے پر کھلتا ہے،

غار نمبر ۲۶، یہ سلسلہ کا چوتھا مندر اور نمبر ۱۹ سے مشابہ ہے، اس کی ابتدا چھٹی صدی کا وسط خیال کی جاتی ہے، تمام نقوش اجنٹہ کے غارون مین سب سے زیادہ مکمل اور عمدہ ہین، مگر سب ایک ہی [illegible] کے ایک جگہ کتبہ بھی ہے، مگر پڑھا نہین جاتا، ایک نقشہ ندار بودھ، کے مقدمہ سے تعلق رکھتا ہے اور تحقیق کو بہت پریشان کرتا ہے، اس مین خوبصورت صورتین بہت سی ہین،

غار نمبر ۲۷، یہ آخری خانقاہ ہے جس کا برآمدہ بالکل ٹوٹا ہوا ہے، سامنے کا حصہ غیر مکمل ہے فقط پرستش گاہ کا پیش دالان کھلا ہوا ہے، جس کے بائین جانب کمرے ہین اور پیچھے بھی تین کمرے بنے ہوئے ہین،

غار نمبر ۲۸ و ۲۹، اس مین کا پہلا غار مندر کی ابتدا ہے جس مین سوائے ایک بڑی کمان کے جو بالائی حصہ پر مکمل ہے اور کوئی چیز مکمل نہین کی گئی، دوسرا غار صرف ایک خانقاہ کا برآمدہ ہے پہنچنا اور دوسرے غار مین د[illegible] سخت مشکل ہے،

غار نمبر ۱ و ۲ و ۱۰ و ۱۶ و ۱۷ و ۱۹ اور ۲۰ مین مشہور استرکاری کے نمونے اور عمدہ نقش و نگار ہین جو چودہ سو برس پہلے کے خیال کئے جاتے ہین جن سے ہندوستان کے اس وقت کے باشندون کی طرز معاشرت ظاہر ہوتی ہے جب کہ یہان بدھ مذہب رائج تھا،

اجنٹہ کا منظر عمومی ایلورا سے زیادہ دلچسپ نہین ہے، اجنٹہ کے غار ایلورا کے غارون سے کم اور زیادہ نشیب مین واقع ہین، باوجود دراز دستیون کے ایلورا کے غار ان غارون سے اچھی حالت مین ہین سنا گیا ہے کہ مولوی غلام یزدانی ایم، اے، ایم، آر، اے، ایس، نے خاص طور پر اکثر غارون کی مرمت وغیرہ کرائی ہے اور ستون وغیرہ بھی درست کرائے ہین، مگر افسوس ہے کہ اس درستی کے بعد ہم نے ان غارون کو نہین دیکھا، یہ جس قدر حال لکھا گیا ہے ان نوٹس وغیرہ سے لیا گیا ہے، جو سررشتہ آثار قدیمہ سرکار عالی کے قیام سے پہلے کے ہین،

سفرنامۂ اندلس

مرتبہ عالیجناب قاضی ولی محمد صاحب سکریٹری اسٹیٹ کونسل،

جس مین یکصد و یازدہ احصار، قصبات و حصون، میدان جنگ وغیرہ کے چشم دید تاریخی حالات مصنف ممدوح الشان نے ۱۹۲۸ء مین طولانی سیاحت کرکے قلمبند کئے ہین اور جس مین قرطبہ، غرناطہ، اشبیلیہ، بطلیوس، بلنسیہ، مرسیہ، برشلونہ، طلیطلہ، قلب، وادی الحجارہ، جبل طارق، جزیرۃ الخضراء، ارجونہ، سرقسطہ، قلعہ رباح، طنجہ، قصر الصغیر وغیرہ کے مفصل حالات مع یکصد تصاویر عکسی و نقشہ جات آثار اسلامی، مثل مساجد، قلعہ جات، پل، محلات، منارہ جات، پن چکی زنانہ و مردانہ لباس مسلمانان اندلس، زیورات الحمرا، القصر الطارق، قصر جعفریہ، مسجد قرطبہ، مدینۃ زہرا وغیرہ وغیرہ قابل دید ہین، کتابت و طباعت دیدہ زیب ضخامت ۳۵۰ صفحے، عبارت دلچسپ و دلکش اور حالات تاریخی و جغرافیائی مین نہایت صحت کا لحاظ رکھا گیا ہے، اگر ایک روز کے مطالعہ کے بعد ناپسند ہو تو واپس کر دینے پر بعد منہائی محصول ڈاک مابقی قیمت واپس کر دیجائیگی، قیمت سے کلدار محصول ڈاک وغیرہ ۱۴ر اس قدر تصاویر آج تک کسی اردو کتاب مین شائع نہین ہوئین مصنف ممدوح الشان سے طلب کیا جا سکتا ہے،

سلطان محمد عادل شاہ

سنہ ۱۰۳۶ھ تا سنہ ۱۰۶۷ھ

(۲)

از

جناب سعیدی بی، اے، علیگ

یوسف عادل شاہ کی نسبت دوسری روایت رفیع الدین شیرازی سے منقول ہے کہ سنہ ۹۶۸ھ میں وہ بغرض تجارت ولایت سے دکن میں آیا، اور قصبہ گوگی میں جہان کہ یوسف عادل شاہ کا مقبرہ ہے پہنچا، وہان دیکھا کہ سو حفاظ اور لنگر اور خدام اس مقبرہ پر مقرر ہین، ان حفاظ مین سے ایک شمس الدین جہرمی شخص تھا، اس کی عمر نوے برس سے متجاوز تھی، یہ شخص بڑا سیاح اور یوسف عادل شاہ کا ملازم قدیم تھا، اور اسی وجہ سے مقبرہ کے حفاظ مین شامل تھا، اس سے ملاقات ہوئی اور رابطۂ دوستی قائم ہوا، اس نے یوسف عادل شاہ کی داستان یون بیان کی کہ وہ خود حسن بیگ کی حکومت کے زمانہ مین دیار بکر مین تھا، کہ انھین دنون امراے جہان شاہی کی مخالفت کی خبر مشہور ہوئی کہ آپس مین لڑ بھڑ کر کٹ مر رہے ہین، حسن بیگ نے عین موقعہ پر اُدھر کا رخ کیا، اور تبریز پہنچا ہی تھا کہ جہان شاہ کا انتقال ہوگیا، حسن بیگ تمام مملکت آذربائیجان، خراسان، عراقین، فارس وکرمان پر قابض ہوگیا، اور ہر صوبہ مین اپنی طرف سے حکام مقرر کئے، اسی طرح اپنے بھانجے احمد بیگ کو ساوہ کا گورنر مقرر کیا، احمد بیگ نے ساوہ مین ایک لڑکی سے شادی کی جس سے اولاد بھی ہوئی، اس کے مرنے کے ساتھ ہی اس کے اہل وعیال منتشر ہوگئے، احمد کا ایک لڑکا یوسف بیگ عالم صغر سنی مین اصفہان مین تھا جب بھی لوگون نے اسے چین نہ لینے دیا تو وہ شیراز آیا، اور پانچ سال تک وہان رہا، اس عرصہ مین سن رشد کو

کو پہنچا، لیکن دشمن ہاتھ دھو کر پیچھے پڑے تھے، وہان سے بھی بھاگا اور ہندوستان آیا، لاڑ کی مسجد مین مقیم ہوا، ایکدن ایک بزرگ نورانی چہرہ خواب مین آئے اور چند روٹیان گرماگرم یوسف کے ہاتھ مین دین اور فرمایا کہ "جا تیری روٹی ملک دکن مین اتری ہے"، ہدایت غیبی کے موافق یوسف بندر جرون مین پہنچا، دیکھا کہ وہان ایک تاجر خواجہ زین العابدین نامی سلطان محمود بہمنی کی طرف سے آیا ہوا ہے، اور مال واسباب فروخت کر رہا ہے، اور بندر کی مشہور چیزین گھوڑے اور ترکی غلام لیکر کشتی مین بار کر کے جانیوالا تھا کہ اسی اثنا مین یہ بھی جا پہنچا، چونکہ یوسف نہایت شکیل اور خوبصورت، قوی اور مضبوط جوان تھا خواجہ زین العابدین نے بخوشی اپنے ساتھ کشتی مین سوار کرایا، اس طرح یوسف بیدر پہنچا، وہان خان سالار سے روشناس ہوا، اور دوستی پیدا کی، خان سالار یوسف کو اپنے لڑکے کی طرح چاہنے لگا، لیکن یوسف کو کوئی فلاح کی صورت نظر نہ آئی ناچار اس نے وطن کی طرف معاودت کی اور اسی لاڑ کی مسجد مین آکر مقیم ہوا، پھر وہی بزرگ خواب مین آئے، اور فرمایا "ہم نے تجھے ملک دکن مین بھجوایا تھا، تو کیون بے صبری کر کے واپس چلا آیا، پھر دہین جا، تیری تقدیر وہین چمکے گی"، بہرحال آب ودانہ کی کشش پھر دکن کھینچ لائی، اور بیدر مین سالار خان کے ہان فروکش ہوا، یہ کشتی گیری مین بہت مشہور تھا، یوسف کو بھی سپہ گری کا شوق تھا، اس لیے اس نے ورزش کمانداری اور نیزہ وشمشیر اندازی اور کشتی گیری مین مہارت پیدا کی، تقدیرا انھین دنون دہلی سے ایک مشہور آفاق پہلوان جو ہر جگہ پہلوانون کو نیچا دکھا کر انعامات حاصل کر چکا تھا بیدر آیا، جمعہ کے دن تمام پہلوان وبازیگر دربار مین حاضر ہو کر تخت سلطانی کے سامنے اپنے اپنے ہنر دکھایا کرتے تھے، وہ بھی حاضر ہوا اور مشہور پہلوانون کو نیچا دکھا کر سلطان اور ارکین سلطنت سے داد طلب کی، اور بہت کچھ لاف گزاف کی، تمام اعیان وارکان، اور خواص وعوام اس کے ہنر دیکھکر بیحد خوش ہوئے، لیکن اس کی خودستائی سے سلطان کو رنج ہوا، صد ہا اس کا تھا کہ کل شہر بھر مین کوئی شخص ایسا نہ تھا جو اُسے زیر اور ذلیل کر سکے، یوسف جو موقع کا متلاشی تھا اسے زرین موقع ہاتھ آیا، سلطان نے خان سالار کو بلا کر کہا کہ وہ اس کا مقابلہ کرے، لیکن اس نے اپنی ضعیفی کا عذر کرتے ہوئے اپنے ایک شاگرد کو مقابلہ کے لیے پیش کرنے کی درخواست کی، اور کہے

جمع کو حسب معمول مجمع ہوا، اور یوسف نے اس پہلوان کا مقابلہ کرکے اس کو زیر کیا، سلطان یوسف سے بہت خوش ہوا، اور اسے امارت عطا کی، چندہی دن مین جب کہ اس کی ہشیاری اور کارگذاری کا امتحان ہوا تو اس کو شہر کوتوالی کی خدمت عطا ہوئی، اور روز بروز ترقی کرکے مراتب و مناصب اعلیٰ حاصل کئے[1]،

ان دو روایتون کے علاوہ جو کہ عام طور پر تواریخ مین مذکور ہین چتر من نے ایک اور روایت بیان کی ہے، وہ لکھتا ہے کہ یوسف، خواجہ محمود گرجستانی کی اولاد سے ہے، خواجہ محمود گاوان کی وساطت سے سلطان کا قرب حاصل ہوا، یہ روایت سنی سنائی غیر معتبر اقوال پر مبنی ہے، خواجہ محمود گرجستانی جس سے مراد خواجہ عماد الدین گرجستانی ہے، دراصل یوسف کا تربیت کرنے والا اور اس کا پرورش کرنے والا تھا، اس کے متعلق فرشتہ والی روایت مین تفصیل سے لکھا جا چکا ہے، مورخ نے اس مین سخت غلطی کی ہے کہ یوسف کو اس کی اولاد ثابت کیا ہے[2]،

[1] تحفۃ الملوک مصنفہ رفیع الدین شیرازی، قلمی نسخہ موجودہ کتب خانہ آصفیہ سرکار عالی ص۳ تا ص۱۰ اور بساتین السلاطین ص۹ تا ص۱۱ اور عمارات بیجاپور مصنفہ ہنری کوزنس (انگریزی)، ص۱ تا ۲

خافی خان اپنی تصنیف منتخب اللباب مین پہلی حکایت کو فرشتہ سے روایت کرتا ہے، اور پھر دوسری روایت کا تذکرہ کرتے ہوئے اپنی رائے یون ظاہر کرتا ہے " اگرچہ مورخان دیگر کہ از اصل حکایت مطلع نبودہ اند ابد ون تحقیق یوسف عادل خان را غلام ترک نوشتہ در اختلاف روایت دیگر نیز زبان قلم اند اما محمد قاسم فرشتہ کہ در تحقیقات سلاطین ہند خصوص فرمانروایان دکن تقید زیاد بکار بردہ اند انچہ نزد او بصحت رسیدہ نقل نمودہ"، ملاحظہ منتخب اللباب جلد سوم نسخہ قلمی موجودہ کتب خانہ آصفیہ سرکار عالی ص۲۹،

گلدستۂ بیجاپور نام ایک کتاب خواجہ میر احمد علیخان بیجاپوری نے لکھی تھی جسکا ایک قلمی نسخہ جسپر سنہ کتابت ۱۲۶۹ھ درج ہے، کتب خانہ آصفیہ مین موجود ہے، مصنف گلدستۂ بیجاپور نے یوسف عادل شاہ کے نسب کے متعلق فرشتہ والی روایت ہی درج کی ہے، ملاحظہ ہو ص۸ تا ص۱۱ نواب رشید الدین خان نے اردو مین ایک تاریخ رشید الدین خانی لکھی تھی جو ۱۳۰۲ھ مین طبع ہوئی ہے، اس مین بھی فرشتہ والی روایت درج ہوئی ص۱۱ [2] چہار گلشن یا چار گلشن قلمی نسخہ موجودہ کتب خانہ عام اہل اسلام مدراس

ہماری سمجھ مین کوئی وجہ نہین آتی کہ ہم کیون پہلی روایت کو صحیح تسلیم نہ کرین اور اس کو بے اعتباری کی نظر سے دیکھین، ایشائی دربارون کا ہمیشہ قاعدہ رہا ہے کہ بادشاہ تخت نشین ہونے کے بعد عموماً خاندان شاہی کے ارکین اور دیگر دعویداران سلطنت کو تہ تیغ کرکے اپنی راہ صاف اور اپنی حکومت کو مستحکم کیا کرتا تھا، بادشاہ پرستی کی وجہ سے اکثر حکمران کے خلاف شاہی خاندان کے کسی ایک فرد کی حمایت مین ہر جگہ شورش بپا ہوئی ہے اور اس طرح حکمران کو اس قسم کے دعوے دارون کی وجہ سے سخت سے سخت دقتین اٹھانی پڑی ہین جو محتاج بیان نہین، خصوصاً اسلامی دور کی تاریخ خواہ اس کا تعلق حکومت عرب سے رہا ہو یا حکومت ہند سے اس قسم کے واقعات سے مملو ہے،

ہندوستان مین ہمایون کے سخت ترین دشمن اسی کے بھائی تھے، انھین کی سرکشی کی وجہ سے اس کو تاج و تخت چھوڑ کر ایران کی طرف بھاگنا پڑا، مرزا عبد الحکیم نے شہنشاہ اکبر کا اقتدار کبھی نہ مانا اور ہمیشہ اس کے خلاف سازش کرتا رہا، اور اس کے باغیون کو اپنے ہان پناہ دیتا رہا، مرزا کی وفات کے بعد ہی شہنشاہ اکبر کو اطمینان اور یکسوئی حاصل ہوئی، جہانگیر کو تخت نشینی کے بعد خسرو کی بغاوت کا سامنا کرنا پڑا[1]، شہزادہ خرم کو بھی اس قسم کی مشکلات پیش آئین اور تخت نشینی کے بعد تمام قریبی رشتہ دارون کو قتل کرادیا، شہنشاہ اورنگ زیب نے دارا اور مراد کا خاتمہ کرادیا، اور شجاع کو مشرقی پہاڑون مین ہلاک ہونے کے لیے چھوڑ دیا، شہنشاہ اورنگ زیب کے بعد بھی ہند مین اس قسم کی خانہ جنگیان ہوتی رہین ہین، دکن کی تاریخ کی ورق گردانی سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہان بھی قتل کا کم اور مکحول کرانے کا زیادہ رواج تھا، اس لیے کہ یہان کے عقیدہ کے مطابق بادشاہ کو عام انسانون سے بلند تندرست اور تمام اعضاء کا درست ہونا چاہیئے، جسکی وجہ سے لوگ ایک مکحول شہزادہ کی حمایت نہین کرتے تھے،

اس لیے اگر سلطان محمد نے اپنے چھوٹے بھائی کے قتل کے اٹھانے پر خصوصاً اس وقت جب کہ شاہان روم مین

[1] جہانگیر (انگریزی) مصنفہ بنی پرشاد ص۱۳۲،

اس کا رواج تھا، اور اس سے پہلے اور اس کے پیشتر اس طرح عمل ہو چکا تھا. رضامندی ظاہر کی ہو تو یہ کوئی
عجیب بات نہین ہے، پس ہم کو اس بات کے تسلیم کرنے مین کہ سلطان محمد اپنے چھوٹے بھائی یوسف کو ہلاک
کرنے پر آمادہ ہو کوئی امر مانع نہین ہے.

ایک اعتراض یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کی کیا ضرورت تھی کہ یوسف اتنی بڑی مسافت طے کر کے بیدر
آتا، اگر ہم ان روایات کو جو خوش اعتقادی پر مبنی ہین نہ بھی باور کرین تو یہ ماننا پڑتا ہے کہ اس زمانہ مین ہندو
کی تاریخ آئے دن کی لڑائیون اور خونریزیون سے بھری تھی، ہر روز ایک نئی شورش تھی اور ہر دن ایک جدید
مغلیہ خاندان سے پیشتر کوئی اسلامی حکومت شمالی ہند مین مستقل طور پر قائم نہین ہوئی تھی، جب جس فریق کو
طاقت حاصل ہوئی، اس نے شمالی ہند کو اپنے قبضۂ اقتدار مین لانے کی کوشش کی، خصوصاً جب یوسف شہر
کی طرف چلا ہے، اس وقت شمالی ہند مین لودی خاندان برسر حکومت تھا، لیکن ابھی لودیون کو اقتدار کلی
سلطنت کو استحکام تام حاصل نہین ہوا تھا، اور جب خود سلطنت کو کوئی استحکام حاصل نہ ہو تو پھر کسی شخص کو بھی
قسمت آزمائی اور ذاتی جوہر کے دکھانے کا کوئی موقع کیسے حاصل ہو سکتا ہے، برخلاف اس کے بہمنیہ سلطنت
جو سنہ ۷۴۸ھ مین قائم ہوئی تھی، اب بالکل مستحکم ہو چکی تھی، اور وہ سخاوت، علم پروری اور اہل کمال کی قدر دانی
کے لیے دور دور مشہور تھی، چنانچہ حافظ شیرازی کو مدعو کرنے کا واقعہ بھی مشہور ہے، علاوہ ازین خواجہ
محمود گاوان وزیر اعظم سلطنت کا ایک جلیل القدر رکن تھا، اس سے اور خواجہ عماد الدین گرجستانی سے ہموطن
ہونے کی وجہ سے قدیم مراسم تھے، لہذا یہ قرین قیاس معلوم ہوتا ہے، کہ خواجہ عماد الدین نے مناسب خیال
کیا کہ یوسف کو بیدر لیجائے، وہان کی ہنر پروری اور ہنر کی قدر دانی سے یہ امید تھی کہ یوسف کو اپنی ذاتی
و لیاقت کے اظہار کا موقع ملیگا، سلطنت کا ایک رکن اعظم اسکا مربی اور سرپرست ہوگا، اس کی اعانت سے
بخت یاور اوج کمال کو پہنچیگا، اس کے برخلاف دوسری روایت سے اس قسم کی کوئی بات نہین پائی
جاتی، یہان بھی لیا جائے کہ مشہور پہلوان دہلی کو یوسف نے زیر کیا، اور بادشاہ اس سے خوش ہوا، لیکن

جب اس زمانہ کی تاریخ پر نظر ڈالی جائے، تو معلوم ہوگا، کہ جب تک کوئی امیر یا زبردست رکن سلطنت کسی کی
حمایت نہ کرے، ترقی کرنا ناممکن تھا، بقول شخصے "مرغ بیار و مرغ بخور" کی مثال تھی، بادشاہ خود بہت کم کسی
معمولی یا ادنیٰ درجہ کے آدمی کو بلا توسط بڑے عہدے دیا کرتا تھا، اس امر پر غور کرنے سے بخوبی روشن ہو جائیگا
کہ خواجہ محمود گاوان ہی کی سرپرستی مین یوسف نے وہ کارہائے نمایان انجام دیئے، جنھون نے یوسف کو
اعلیٰ درجہ پر پہنچا دیا،

ممکن ہے یہ بھی اعتراض کیا جائے کہ چونکہ یوسف نے بیجاپور مین اپنے نام کا سکہ و خطبہ جاری کرنے کے بعد
شیعہ مذہب کو رواج دیا تھا، لہذا اس بات کی تصدیق ہوتی ہے کہ وہ ایران کا رہنے والا اور احمد بیگ
کی اولاد سے تھا، لیکن اگر ہم نظر غائر سے اسکی ابتدائی زندگی کا مطالعہ کرین تو معلوم ہوگا، کہ اسکی تربیت خواجہ
عماد الدین نے کی تھی جو شیعہ تھا، یہ ایک واضح بات ہے کہ بچہ کی تربیت جس قسم کے آدمی کے ماتحت ہو، بچہ
اسی لحاظ کے اخلاق و عادات اور اسی کا مذہب اختیار کریگا، چونکہ تربیت اور تعلیم کے علاوہ یوسف ایک
عرصہ تک ساوہ مین رہ چکا تھا، اور اسی ماحول مین بسر کر چکا تھا، لہذا ان تمام قوتون کی موجودگی مین وہ متاثر ہوئے
بغیر نہین رہ سکتا تھا، چنانچہ اس کے خیالات مین وہی رنگ پیدا ہو گیا اور اس کے عقاید راسخ ہو چکے تھے، اور
اسی تربیت کا اثر تھا کہ جس کے ماتحت قیام حکومت کے بعد اس نے شیعہ مذہب بزور رائج کیا،

پہلی روایت کو تسلیم کرنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ جب جشن ہو رہا تھا اور بی بی ستی دختر یوسف عادل شاہ
نے علی الاعلان اور علی رؤس الاشہاد اپنی اصلیت ظاہر کی تھی تو یہ کیسے ممکن تھا کہ امیر قاسم برید جو یوسف کا دشمن
اور اس کے درپئے آزار تھا اور اس کو ذلیل و تباہ کرنا چاہتا تھا، پھر خاموش رہتا، بلکہ اس کو تو یہ بہت اچھا موقع
ہاتھ آیا تھا کہ وہ اصلیت کی تحقیق کر کے یوسف کا اصلی نسب ظاہر کر کے اس کی تخریب و تذلیل کا باعث ہو، لیکن
فرشتہ کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے اپنے ایک معتمد کو بھیجکر تحقیق کیا تو معلوم ہوا کہ بی بی ستی کا بیان سچا تھا،
ایک بڑی وجہ پہلی روایت کے قرین قیاس ہونے کی یہ ہے کہ بیجاپور مین تمام عمارتون پر ہلال کی علامت

موجود ہے جو خاص کر سلاطینِ ترک کا قومی نشان ہے، چنانچہ ہنری کوزنس نے "عمارات بیجاپور" میں اس کو عمدگی سے واضح کیا ہے، اس لیے اس کا ایران و فارس سے کوئی تعلق نہیں پایا جاتا، جب یوسف نے اپنی لیاقت و شجاعت سے شہرت حاصل کرلی تو اس کے طرفدار زیادہ تر ترک ہی تھے اور وہ امرائے کبار ترک سے سمجھا جاتا تھا، جب خود مختاری کا اعلان کر کے یوسف نے بیجاپور میں اپنے نام کا خطبہ پڑھوایا تو تقریباً پانچ ہزار ترک اس کی بادشاہت پر راضی ہوئے، اور یہی وجہ تھی کہ یوسف ترکوں کو بہت عزیز رکھتا تھا، خاندان عادل شاہیہ کے دوسرے بادشاہوں نے بھی ترکوں کے ساتھ ہمیشہ اچھا سلوک کیا،

دربار شاہی میں یوسف عادل خان کی عزت اور توقیر روز افزوں ترقی کرتی گئی، ذاتی وجاہت اور قابلیت کے بدولت امرائے عظام اور سرلشکر کرام میں داخل ہوا، کچھ دن نہ گذرنے پائے تھے کہ یوسف "عادل خان" کے خطاب سے سرفراز ہوا، سلطان محمد بہمنی کا آخری وقت سلطنت بہمنیہ کے زوال کا زمانہ تھا، اور اس کی وفات پر فسادات اور خانہ جنگیاں شروع ہوگئیں، جب ملک احمد نے خود مختار ہو کر احمد نگر میں نظام شاہی حکومت قائم کرلی، اور فتح اللہ عماد الملک نے برار میں عماد شاہی حکومت قائم کی تو بالآخر سنہ ۸۹۵ھ[1] میں یوسف نے بمصداق السیف لمن ضرب والملک لمن غلب، کھلے خزانہ اپنی خود مختاری کا اعلان کیا اور اپنے نام کا خطبہ پڑھوایا، آب بھورا سے بیجاپور، اور آب کشنا سے رایچور تک کا ملک اپنے حوزۂ تصرف میں لے آیا، اور یوسف عادل خان کو یوسف عادل شاہ سے بدل دیا، اور بائیس سال حکومت کر کے عالم بقا کی راہ لی، اور حسب وصیت قصبہ گوگی میں مزار چندہ حسینی کے پائین میں دفن ہوا، تاریخِ وفات کے متعلق مختلف روایات ہیں، طبقاتِ اکبری میں سنہ ۹۱۳ھ ہے، تاریخِ فرشتہ میں سنہ ۹۱۶ھ، منتخب اللباب میں سنہ ۹۱۶ھ، اور تحفۃ الملوک اور سراج التواریخ میں سنہ ۹۲۹ھ درج ہے، لیکن ہم کو تاریخِ فرشتہ کی روایت صحیح معلوم ہوتی ہے،

[1] ہماری رائے میں سنہ ۸۹۵ھ ہونا چاہئے، اس لیے کہ خود فرشتہ نے آگے چلکر بیان کیا ہے کہ یوسف نے ۲۲ سال حکومت کر کے سنہ ۹۱۶ھ میں انتقال کیا، [2] فرشتہ جلد دوم ص۲ بساتین السلاطین ص۱۲ اور منتخب اللباب جلد سوم ص۲۴۹،

سلطان محمد عادل شاہ جس کا حال ہم لکھنا چاہتے ہیں، اس خاندان کا ساتواں بادشاہ تھا، اس خاندان میں حسب ذیل (۹) بادشاہ ہوئے، جنھوں نے سنہ ۸۹۵ھ سے سنہ ۱۰۹۷ھ تک یعنی دو سو سال سے زیادہ حکومت کی، بالآخر اورنگ زیب کے ہاتھوں یہ حکومت تباہ ہوئی اور آخری بادشاہ سکندر عادل شاہ قید کرلیا گیا،

۱- یوسف عادل شاہ سنہ ۸۹۵ھ تا سنہ ۹۱۶ھ م سنہ ۱۴۸۹ء تا سنہ ۱۵۱۰ء

۲- اسمٰعیل عادل شاہ سنہ ۹۱۶ھ تا سنہ ۹۴۱ھ م سنہ ۱۵۱۰ء تا سنہ ۱۵۳۴ء

۳- ملو عادل شاہ سنہ ۹۴۱ھ م سنہ ۱۵۳۴ء

۴- ابراہیم عادل شاہ (اول) سنہ ۹۴۱ھ تا سنہ ۹۶۵ھ م سنہ ۱۵۳۴ء تا سنہ ۱۵۵۸ء

۵- علی عادل شاہ (اول) سنہ ۹۶۵ھ تا سنہ ۹۸۸ھ م سنہ ۱۵۵۸ء تا سنہ ۱۵۸۰ء

۶- ابراہیم عادل شاہ (ثانی) سنہ ۹۸۸ھ تا سنہ ۱۰۳۷ھ م سنہ ۱۵۸۰ء تا سنہ ۱۶۲۶ء

۷- محمد عادل شاہ سنہ ۱۰۳۷ھ تا سنہ ۱۰۶۷ھ م سنہ ۱۶۲۶ء تا سنہ ۱۶۵۶ء

۸- علی عادل شاہ (ثانی) سنہ ۱۰۶۷ھ تا سنہ ۱۰۸۳ھ م سنہ ۱۶۵۶ء تا سنہ ۱۶۷۲ء

۹- سکندر عادل شاہ سنہ ۱۰۸۳ھ تا سنہ ۱۰۹۷ھ م سنہ ۱۶۷۲ء تا سنہ ۱۶۸۶ء

ابتدائی زندگی

سنہ ۱۶۱۳ء میں شہزادہ محمد تاج سلطانہ کے بطن سے تولد ہوا، اس کا باپ ابراہیم عادل شاہ خاندان عادل شاہیہ کا چھٹا بادشاہ اپنی عمر کے ۴۳ سال گذار چکا تھا اور حکومت کے ۳۴ برس ہو چکے تھے، گو تواریخ میں بعض مقامات پر لکھا ہے، کہ سلطان محمد کے دو بڑے بھائی شہزادہ درویش ملکہ جہان کے بطن سے اور سلیمان کمال خاتون کے بطن سے تھے، لیکن ہماری یہ رائے ہے کہ شہزادہ محمد سے بڑا صرف ایک ہی شہزادہ درویش تھا، اس لیے کہ مرتے وقت سلطان ابراہیم نے مرزا محمد امین کو بلا کر جو وصیت کی وہ یہ ہے کہ "درویش کے تخت نشین ہوتے ہی میرا خاندان بھی قطب شاہی خاندان کی طرح شیعہ ہو جائیگا، میری اولاد میں شہزادہ محمد ہی حکومت کے لائق ہے،" اگر شہزادہ محمد سے بڑا شہزادہ سلیمان ہوتا تو یقینی وہ اس کا ذکر کرتا، ممکن ہے کہ یہ خیال کیا جائے کہ چونکہ وہ بھی شیعہ تھا اس واسطے

سلطان ابراہیم نے اس کو نامزد کرنا پسند نہ کیا، اگر واقعہ ایسا ہی ہوتا تو وہ درویش کے ساتھ اسکا بھی نام لیکر اس امر کی وضاحت کر دیتا کہ وہ بھی شیعہ ہے، لہذا اس کو بھی محروم الارث کرتا ہوں، یہ کوئی مشکل بات نہ تھی، لیکن اس قسم کے الفاظ نہیں پائے جاتے جس سے یہ نتیجہ صاف نکلتا ہے کہ درویش سے چھوٹا شہزادہ محمد ہی تھا جس کو وہ سلطنت کے لیے نامزد کرنا چاہتا تھا،

سلطان خود پکا سنی تھا اس لیے وہ چاہتا تھا کہ اس کی اولاد بھی سنی ہو، چونکہ وہ اول تو تاج سلطانہ کو بیحد عزیز رکھتا تھا، اور ملکہ جہان سے اس کے شیعہ ہونے کی وجہ سے ناراض تھا اور چونکہ وہ ڈرتا تھا کہ شہزادہ درویش جو شیعہ ماں اور شیعہ اتالیق کے زیر تربیت رہ چکا تھا اگر تخت نشین ہوا تو پردیسی اور شیعہ ملک میں با اختیار ہو جائینگے اور ملک تباہ و برباد ہو جائیگا، اس لیے سلطان ابراہیم کو شہزادہ محمد کے تولد ہونے کی بیحد خوشی ہوئی، دار الخلافہ میں خوشی و شادمانی کا سامان کیا گیا، داد و دہش کا دروازہ خاص و عام پر کھل گیا،

شاہان عادل شاہیہ نے سولھوین صدی اور سترھوین صدی عیسوی مین جس کر و فر، دبدبہ اور شان و شوکت سے دکن کے حصہ پر حکومت کی ہے، اس کی مثال تاریخ دکن مین بہت کم ملتی ہے، یہ صرف "شخص واحد" کی حکومت تھی جس کی زبان سے نکلا ہوا لفظ لکھو کھا بنی نوع انسان کے لیے قانون کا حکم رکھتا تھا، اور جس کا حکم بنی نوع انسانی کے لیے ترمیم نہ ہونے والا وہ قانون تھا جس کی خلاف ورزی سخت ترین جرم تھی، ایسے زمانہ مین جب کہ شخصی حکومت کا اقتدار عروج پر تھا، حکمران کے لیے ان محاسن، خوبیون، اور فضائل کی ضرورت تھی جو ان کو عام انسانون سے بالا و اعلیٰ متصور ہونے دے، اس لیے اس کی ضرورت ہے کہ ان کی خانگی زندگی پر بھی ایک اجمالی نظر ڈالی جائے تاکہ ان کے اخلاق و عادات، تہذیب و تمدن، استعداد و قابلیت کے متعلق ایک حد تک صحیح رائے قائم کیجا سکے،

سولھوین و سترھوین صدی عیسوی مین مشرقی ممالک مین رائج الوقت طرز عمل موجودہ تصور سے بالکل جداگانہ تھا جس کا صحیح اندازہ کرنا مشکل ہے، اس کی ضرورت ہے کہ اس وقت کے سلاطین اور فرمانروایان کے شہزادگان کی تعلیم کن اصول پر ہوتی تھی، اس پر غور کیا جائے تاکہ ان کے مشاغل اور مصروفیتون کا کچھ اندازہ ہو سکے،

[illegible]ھ مین جب کہ شہزادہ کی عمر ۴ سال ۴ ماہ کی ہوئی تو قدیم رواج کے مطابق رسم بسم اللہ نہایت دھوم دھام اور تزک و احتشام سے ادا ہوئی، بیحد اہتمام کیساتھ تعلیم شروع کیگئی، چونکہ دربار بیجاپور کا قاعدہ یہ تھا کہ جو لوگ معتمد اور صاحب فضل و کمال ہوتے تھے، ان کی آغوش تربیت مین شہزادے دیدیئے جاتے تھے، انھین کے زیر نگرانی شہزادون کی تعلیم و تربیت ہوتی تھی، چنانچہ دربار کے علما مین سے دو شخص اس کے اتالیق مقرر ہوئے، ان مین سے ایک کے متعلق شہزادہ محمد کے عام افعال و عادات کی نگرانی تھی، اور دوسرے یعنی مولانا حبیب اللہ کے سپرد اس کی تعلیم تھی،[1] ابھی اس کا سن ہی کیا تھا، مگر طباعی و ذہانت کے جوہر ابھی سے چمک رہے تھے، شہزادہ نہایت ذہین اور سلیم الطبع تھا، جون جون ذی شعور ہوتا گیا، لیاقت خداداد کی بدولت ترقی کرتا گیا، شہزادہ نے فارسی کی اچھی تعلیم پائی، اور زبان فارسی پر اچھا حاوی ہو گیا، انشا و ادب مین بھی ملکہ حاصل کیا، اور اس نے اس مخلوط زبان مین جو بعد مین اردو کے نام سے موسوم ہوئی کافی واقفیت پیدا کی،

اس وقت بیجاپور کا دربار منتخبانِ روزگار کا مجمع تھا، سلطان ابراہیم، عادل و دادگر، رعیت پرور، بلند ہمت علما و فضلا کا قدردان، مشائخ و فقرا کا رتبہ شناس، سنی مشرب، اور راسخ العقیدہ تھا، اس کے وقت مین گجرات اور احمد نگر کی پرانی سلطنتون کی تباہی و خرابی کی وجہ سے اولیائے کبار و شیوخ و صلحائے کامگار اور شعرائے نامدار اور دوسرے ارباب کمال آآ کر بیجاپور مین مقیم ہو رہے تھے، اور اس کو اپنا مسکن بنا رہے تھے، شاہانہ شان و شوکت اور علم و ہنر کی سرپرستی نے سلطان ابراہیم کی شہرت کو اور بھی چمکایا، اس کی قدردانی کی ندائے عام نے دلون مین وہ شوق، امنگین اور حوصلے پیدا کئے کہ زمانہ کے تمام اہل کمال دربار مین کھینچ آئے، اور آستانۂ بادشاہت علم و فنون کا مرکز بنگیا، اور اہل علم و ہنر کی کثرت اجتماع کی وجہ سے بیجاپور رشک اصفہان بنگیا، اس کی علمی مجلسین ادبی تصنیفات کی جان ہین، خود بھی طباع اور قابل تھا، چونکہ بادشاہ کو فن موسیقی سے لگاؤ تھا، اور اس مین ایسی مہارت بہم پہنچائی تھی کہ فن موسیقی مین اپنا جواب نہین رکھتا تھا، خود اس نے فن موسیقی کے متعلق ایک کتاب "نورس" نام لکھی تھی،

[1] گلدستہ بیجاپور ص۳۰،

جس کا دیباچہ ملا محمد ظہوری قائنی نے لکھا اور اس مین سلطان کی مدح و ثنا کی، جو نہ صرف بلاد ہند مین فارسی طلباء کے
درس و تدریس مین داخل ہے بلکہ ایران و توران مین بھی مروج ہے، محمد قاسم فرشتہ کی تاریخ ہندوستان جو تاریخی حیثیت
اور واقعات کی صحت کے لحاظ سے اپنی آپ نظیر ہے اور میر رفیع الدین شیرازی کی تحفۃ الملوک[1] اسی کے خوان انعام
کا مزہ چکھاتے ہین ۔

شہزادہ محمد بہادر قوم اور بہادر باپ کا بیٹا تھا، گہوارۂ شجاعت مین جھولا، بہادری کی لوریان سنین، نیزہ
و شمشیر کے کھیل کھیلا، مردانِ کارزار اور اہل علم و فن کے ساتھ رہا، اس کے سوانح غور سے پڑھنے والا یقینی اس کے ذوق
تحقیق، باریک بینی، مشاہدات، خواہشِ تجربہ، دلچسپی اور جستجوے معلومات عام کا اندازہ لگا سکتا ہے، اخلاق و ادب
کی تعلیم پائی، اور اس کے ادبی و علمی شوق نے قدرتی طور پر اس کو مہذب اور متمدن معاشرہ (Society)
کا دلدادہ بنا دیا، جو اس کی زندگی کے آخری ایام تک باقی رہا، ایسے دربار مین نشو و نما پاکر جو علم و فن کا سرپرست
تھا، اور جہان علم و فن کا ہمیشہ چرچا رہا کرتا تھا، اور ایسے شہر مین پرورش پاکر جو علم و فن کا گہوارہ تھا، اور جس کے
علم و فضل کی شہرت چار دانگِ عالم مین تھی شہزادہ محمد نے قوت ادبی اور جمالیاتی کو بیحد ترقی دی اسکی مربی گری
اور شاہانہ سرپرستی نے دکن مین اسلامی فنِ تعمیر کو حدِ کمال کو پہنچایا، مناظرِ قدرت سے اسکی دلچسپی اور علم و فضل کی سرپرستی
ضرب المثل تھی، تعلیم و تربیت نے شہزادہ کی دماغی قوتون اور فنی دلچسپیون مین اضافہ کیا تو ورزش نے اس کی
جسمانی قوت کو فروغ دیا، اس کو باپ کی طرف سے قوی جثہ، خوبصورت شکل، اور متناسب اعضا عطا ہوئے تھے،
عہدِ طفولیت اس نے نہایت تندرستی مین گذارا، باپ کے سایۂ عاطفت مین رہ کر بچپن سے قوانین اور اصول سیاست
کا مطالعہ کرتا رہا، بچپن مین اس کو مطالعۂ فطرت انسانی، حصول فراست و زیرکی، تدبر و دور اندیشی، اظہار ہمت و دلیری
کے مواقع میسر آئے، اس لیے کہ عہدِ طفولیت مین اس نے باہمی مناقشہ اور لڑائیون کا مشاہدہ کیا، اور ان سے نتائج
اخذ کرتا گیا ۔

[1] تمام مورخین نے رفیع الدین شیرازی کی تصنیف کا نام تذکرۃ الملوک لکھا ہے لیکن کتبخانۂ آصفیہ مین جو قلمی نسخہ موجود ہے اسپر تحفۃ الملوک لکھا ہے۔

شہزادہ محمد نیک سیرت، خوش خلق، سلیم الطبع اور بلند اقبال تھا، تربیت و تعلیم کی جلا نے اس کی پوشیدہ
قوتون کو اور بھی چمکا دیا، اس زمانہ مین ایشیائی سلطنتون کا طرز حکومت فوجی اصول پر تھا، وہ سپاہی کی طاقت سے
ملک پر حکمرانی کرتے تھے، وہ کیا بلکہ اس دور کے تمام مشرقی اور مغربی تاجدار سوا ے شخصی حکومت کے کسی جدید اصول
حکمرانی سے واقف نہ تھے، جس فرمانروا کی حکومت کا انحصار محض سپاہ پر ہو، ظاہر ہے کہ اس کو اس سپاہ کے فنون
آلات و حرب سے آراستہ رکھنے کا سب سے زیادہ خیال رکھنا پڑتا تھا، اسی کے ساتھ ساتھ شاہی خاندان کے ارکان
و شہزادگان جنکو اپنے مستقبل قریب مین حکومت کے نظام مین نمایان حصہ لینا تھا، بہترین ماہر فنون جنگ ہونا ضروری
تھا، بیلے شہزادہ کی جنگی تعلیم کے لیے مخصوص مخصوص افسران مقرر کئے جاتے تھے، اور شہزادون کو ہدایت کیجاتی
تھی کہ وہ افسران کے حکم کی تعمیل کرنا اپنا فریضہ سمجھین، اس زمانہ مین صحبت تہذیب و شائستگی کی بہترین معلم تھی
علماء و فضلاء کی صحبت شائستہ بناتی تھی، درسی تعلیم سے زیادہ تربیت پر زور دیا جاتا تھا، شہزادے بادشاہ کے
ہمرکاب رہتے تھے، دربار مین ان کی خاص جگہ ہوتی تھی، بادشاہِ وقت کو جیسا کرتے دیکھتے تھے ویسے ہی وہ
بھی عامل ہو جاتے تھے، بادشاہ کے افعال ان کے لیے آداب تھے، تقررون کے اشارے ان کی تادیب کیجاتی
تھی، چونکہ شخصی حکومت کا تخیل تھا اس لیے ضروری سمجھا جاتا تھا کہ وہ شخصِ واحد جسکے ہاتھ مین ملک کی عنان
فرمانروائی ہو وہ اپنے کو عام انسانی کمزوریون سے پاک ظاہر کرے، غرض جلیل القدر شاہی خاندان کے ارکان
سے توقع کیجاتی تھی کہ وہ شائستگی و تہذیب اور جنگی تعلیم مین کمال حاصل کرین ۔

نوشت و خواند کے علاوہ ایسے عالم باکمال کی نگرانی مین شائستہ تربیت بھی اپنا اثر کرتی گئی، شہزادہ
نے آداب سلطانی، ورزش جسمانی، سواری اسپ، نیزہ بازی و تیر اندازی اور جمیع فنون سپہ گری مین جو بادشاہ
کے بیٹے کیلئے ضروری تھے، کافی مہارت حاصل کر لی، چونکہ اس وقت کی طرزِ تعلیم کی اصلی غایت یہ ہوا کرتی تھی کہ شہزادے
فضل و کمال مین دربار کے زبردست علماء کے مساوی المرتبت ہو جائین اور فنونِ سپہ گری مین بھی بہترین
سپہ سالارون کے ہم پلہ ہو جائین، اس لحاظ سے شہزادہ کی تعلیم مکمل ہو گئی، اور وہ ہر حیثیت سے باپ کا قابل فخر

جانشین بنگیا،

قدرت نے اس کی صورت بھی سپاہیانہ بنائی تھی، صورت سے رعب وجلال ظاہر ہوتا تھا، اس کے اخلاق
کے ساتھ برتاؤ کرنے مین خاص قسم کے تھے، جس کی وجہ سے وہ گرویدہ وجان نثار ہو جاتے تھے، ہر فرقہ وملت کے
اشخاص کیساتھ اس کا سلوک یکسان تھا، وہ جابجا کی خبرین لینے مین غیر معمولی قابلیت رکھتا تھا، شجاعت کے
مین اس کے اوصاف رستمانہ تھے اور امورِ مملکت وسیاست کے انجام دینے مین اس کے افعال مدبرانہ تھے،
آغازِ شباب کیساتھ ہی اس کو بہت سنجیدہ، متین اور سیاسی نفع کا خبرگیران بننا پڑا، اور سیاسی مطلع کے
سے باخبر ہو کر تاج وتخت کے لیے جو خطرے پیدا ہونے والے تھے ان کے انسداد واندفاع کے لیے مستعد
ہونا پڑا، اس لیے کہ پندرہ سال کی عمر مین اس کے کندھون پر امورِ مملکت کی انجام دہی اور ایک وسیع سلطنت کی
حکمرانی کا بار ڈال دیا گیا،

اس کے باپ کی عظیم الشان شخصیت اور اس کے مذہبی اعتقادات وخیالات نے اس پر گہرا اثر ڈالا،
اس کی طبیعت کا میلان سنی مذہب کی طرف تھا، باپ کی ہدایات اور اتالیق کی تربیت نے بھی انھین عقائد کی تبلیغ
کی، اس لیے وہ اپنے دوسرے بھائیون کے خلاف پکا سنی اور مذہب کا احترام کرنے والا تھا،

شہزادہ محمد کے تین بھائی اور دو بہنین تھین،

شہزادہ درویش بادشاہ ملکہ چاند سلطان دختر ابراہیم قطب شاہ کے بطن سے تھا،

شہزادہ سلیمان کمال خاتون کے بطن سے تھا،

اور ایک کمسن شہزادہ سندر محل کے بطن سے تھا،

سلطان بیگم جس کی شادی شہزادہ دانیال سے ہوئی تھی،

فاطمہ سلطان جس کی شادی سید حبیب اللہ حسینی سے ہوئی جو حضرت گیسو دراز رہ کی اولاد سے تھے،

تخت نشینی

ابراہیم عادل شاہ کو حکومت کرتے انچاس برس گذر چکے تھے کہ وہ بیمار پڑا، زیست کی امید باقی نہ رہی

جب اس نے دیکھا کہ اس بیماری سے بچنا محال ہے تو مرزا محمد امین لاری کو خلوت مین بلا کر کہا کہ اخلاص خان ہر چند مفید
ہمان قدر کار کردہ، ہیچ آئین می باشد، حوصلہ کہ بعد از من موافق فرمودۂ من کار سے قرار کرد بندہ اخلاص خان مین تو اتنی لیاقت
نہین جو کہ میرے بعد میرے وصایا کو پورا کر سکے، دیانت الملک اور نواب خان بھائی وغیرہ شیعہ ہین، اور درویش بادشاہ
کے طرفدار ہین، اگر وہ بادشاہ ہو گیا تو قطب شاہی گھرانے کی طرح میری سلطنت مین بھی پردیسی اور شیعہ بھر جائین گے
مین درویش بادشاہ سے راضی نہین ہون، مین نے پہلے بھی بارہا کہا ہے اور اب بھی کہتا ہون کہ میری اولاد مین
ہر اعتبار سے سلطان محمد ہی حکومت کے لائق ہے، تجھے چاہئے کہ میرے بعد اسے تخت نشین کرے اور دولت
خواہی وجان نثاری مین کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرے، مین تجھے اس کام کا ذمہ دار ومختار کرتا ہون، مرزا محمد امین
لاری نے سلطان کے ارشاد کو بسر وچشم قبول کیا، لیکن عرض یہ کیا کہ "مین اکیلا کیا کر سکتا ہون میری اعانت کیلئے
کسی ایک اور زبردست ولائق شخص کو نامزد کر دیجئے" ارشاد ہوا کہ "جس پر تم کو بھروسہ ہو اس کا نام لو" اس نے عرض
کیا کہ "دولت خان اس کام کا اہل ہے" سلطان نے اس کو منظور کر لیا، لیکن کہا کہ "وہ بے وفا اور بے مروت ہے،
تیرے ساتھ وفا نہ کرے گا، لیکن خیر تجھے اختیار ہے" یہ کہکر دولت خان کو قید خانہ سے بلا کر دوبارہ حوالدار کیا اور
اس سے مرزا محمد امین لاری کی اطاعت کا قول وقرار لے لیا، اس کے چند ہی روز بعد ۱۱ محرم سنہ ۱۰۳۷ھ کو سلطان نے
انتقال کیا[1]،

سلطان ابراہیم عادل شاہ کی خبر مرگ کو مرزا محمد امین لاری اور دولت خان نے مخفی رکھکر قلعہ کا دروازہ
بند کر کے صرف دریچے آمد ورفت کے لیے کھلے رکھے، اخلاص خان، دیانت الملک اور آقا رضا اور بڑے بڑے
ہندو برہمن سرداروں کو ایک ایک کر کے دیوانخانہ مین بلایا، پھر سلطان مرحوم کی طرف سے خواجہ سراؤن کے ہاتھ
اخلاص خان کو کہلا بھیجا کہ میرے بعد سلطان محمد کو تخت پر بٹھلایا جائے جو زیبندہ تخت وافسر ہے، دیانت الملک
نے کہا یہ کیسے ممکن ہے کہ بڑے کو چھوڑ کر چھوٹے کو مالکِ تخت وتاج کیا جائے، یہ تو وہی مثل ہوئی کہ سر کو چھوڑ کر

[1] بساتین السلاطین صفحہ ۲۸۱ سنہ ۲ رر صفحہ ۲۸۱ تا ۲۸۲،

گھٹنے پر سہرا باندھا جائے، دولت خان بڑا تند مزاج تھا، اس نے دیانت الملک کو ڈانٹ کر کہا کہ آپ سے کون پوچھ رہا ہے، آپ خاموش رہئے، دولت خان نے اخلاص خان سے پوچھا کہ آپ فرمائیے کہ آپ کی کیا رائے ہے، اخلاص خان نے کہا کہ بڑی صاحبہ[1] سے پوچھو، میں بادشاہ کے تخت نشین ہونے کے بعد کنارہ کش ہو جاؤں گا، شہزادہ بادشاہ اور سلطان محمد دونوں میرے مالک ہیں جسکو بڑی صاحبہ فرمائیں، اسی کو تخت نشین کرو، دولت خان بڑی تیزی سے دربار میں گیا اور عرض کیا، جواب ملا کہ جسکو خود بادشاہ نے تجویز کیا ہے اس کو بٹھلاؤ، پس مرزا محمد امین لاری اور دولت خان نے بتاریخ ۱۱ محرم ۱۰۳۵ھ کو ڈھائی بجے دن کے شہزادہ محمد کو جسکی عمر پندرہ سال کی تھی تخت پر بٹھایا، اور اخلاص خان کو گوشہ نشینی کی اجازت دیکر دیانت الملک اور آقا رضا اور چند برہمن سرداروں کو قید کر دیا، اور سلطان کی تجہیز و تکفین کا انتظام کرکے بڑے تجمل شاہانہ سے، روضہ پر نور نورس پور میں جسے سلطان نے زہرہ سلطان کے واسطے بنایا تھا دفن کر دیا، اس کے بعد درویش بادشاہ کی آنکھوں میں نیل کی سلائیاں پھیر کر کحول کر دیا، اور سلیمان کی چھنگلی کاٹ دی اور چھوٹے شہزادہ کو بھی ناقص کر دیا، اس کا بندوبست کرنے کے بعد دیانت الملک اور آقا رضا خان اور برہمن سرداروں کو رہا کر دیا، دوسرے دن وزراء و امراء ارکان سلطنت نے سراطاعت بادشاہ جوان بخت اور جوان سال، سلطان محمد کے سامنے خم کرکے مبارکباد اور نذرین دین، خسرو کشورستان بادشاہ کے جلوس کی تاریخ ہے، آقا رضا کو کار ملکی اور دیانت الملک سرخیل کی خدمات عطا ہوئیں، سلطان محمد نے مرزا محمد امین لاری کو مصطفیٰ خان، اور دولت خان کو خواص خان کے خطاب سے سرفراز کیا[2]،

اس وقت گولکنڈہ میں عبداللہ قطب شاہ، اور احمد نگر میں برہان نظام شاہ اور شمالی ہند میں شاہجہان صاحبقران فرمان روا تھے، یہ سب بادشاہ کچھ دنوں کے تفاوت سے تخت نشین ہوئے ہیں، خصوصاً سلطان محمد اور شاہجہان کی مدت سلطنت بھی بالکل برابر ہے، اور ان دونوں کے تعلقات کی تاریخ خاص طور پر قابل

[1] بڑی صاحبہ سے مراد سلطان ابراہیم کی والدہ سے ہے،

[2] بساتین السلاطین صفحہ ۲۹۲ اور گلدستہ بیجاپور صفحہ ۸۵،

[...]ور ہے، یہ سب بادشاہ جنکے جانشین ہوئے تھے وہ سب ایسے گذرے ہیں جنھوں نے اپنی حکومت کو استقلال اور استحکام پہنچانے کے لیے ہندوؤں کو اپنا رفیق اور کارپرداز بنایا، اکبر و جہانگیر نے شمال میں ابراہیم عادل شاہ، [...]قطب شاہ، اور مرتضیٰ نظام شاہ نے (یعنی رکن اعظم ملک عنبر نے) دکن میں ہندوؤں کے ساتھ خاص مراعات کیے، جس کا نتیجہ آگے چلکر معلوم ہوگا، کہ یکے بعد دیگرے سب کے زوال کی صورت میں ظاہر ہوا، گو اورنگ زیب نے اکبر و جہانگیر کے طرز کے خلاف عمل کیا، لیکن دکن کے ہندو اس قدر طاقتور ہو گئے تھے کہ بالآخر دکن کی تباہی کے بعد شمال والوں کو بھی صدمہ اٹھانا پڑا،

خلفائے راشدین

از

مولوی حاجی معین الدین صاحب ندوی سابق رفیق دار المصنفین،

اس میں حضرت ابوبکر صدیق رض، حضرت فاروق رض، حضرت عثمان ذی النورین رض اور حضرت علی مرتضیٰ رض کے حالات ذاتی، سوانح اخلاق و فضائل اور ان کی خلافت کے سیاسی انتظامی، علمی، دینی کارنامے اور فتوحات ملکی بتفصیل لکھے ہیں، جنکو پڑھکر خلافت راشدہ کی ۳۲ سالہ تاریخ پوری سامنے آجاتی ہے، اور ان خلفائے راشدین کے کمالات، فضائل، مناقب اور کارنامے پیش نظر ہو جاتے ہیں، ضخامت ۳۷۵ صفحے لکھائی چھپائی کاغذ اعلیٰ، قیمت سے

نٹشے

مشہور جرمن فلاسفر فریڈرک نٹشے کی سوانح عمری اور اس کے افکار و خیالات اور تصانیف پر بحث و تبصرہ ہے، مصنفہ پروفیسر مظفر الدین ندوی ایم اے، حجم ۱۰۲ صفحے، قیمت عمر

منیجر

ایک نادر قلمی تذکرہ،

مونس الاحرار اور خیام،

از

مرزا عاشق علی بیگ خیال مرادآبادی

لندن انسٹیٹیوشن کے اسکول آف اورینٹل اسٹڈیز کے مجلۂ علمیہ کی قریبی اشاعت ہم کو موصول ہوئی ہے،

اس مین سر- ای- ڈینی سن راس مدیر مجلۂ مذکور نے خیام کے متعلق ایک مقالہ حوالۂ قلم کیا ہے، جسمین رباعیات عمر خیام اور الحاق پر بحث کرتے ہوئے، چند تنقیدی اصول کا بھی ذکر کیا ہے، جنکی مدد سے الحاقی رباعیات کو اصلی رباعیات سے علحدہ کیا جاسکتا ہے،

اسی سلسلہ مین ایک تذکرہ کے نادر قلمی نسخہ کا ذکر کرکے مستشرقین کو امید دلائی ہے کہ اس کے ذریعہ سے عمر خیام کی اصلی رباعیات کے علاوہ فارسی قدیم کے دوسرے باکمال مگر گمنام شعراء کے حالات و کلام سے بھی ہم روشناس ہوسکین گے، اس کے متعلق فرماتے ہین۔

"اس قلمی نسخہ کا نام مونس الاحرار ہے، پانچسو صفحات کی کتاب ہے، سنہ تالیف ۷۴۱ سات سو اکتالیس ہجری (۱۳۴۱ء) ہے، اس مین قدیم شعراء سے لیکر مصنف کے وقت کے نامی شعراء کے کلام کے انتخابات موجود ہین، مصنف کا نام محمد بن بدر جاجرمی ہے، اور لطف یہ ہے کہ یہ نسخہ از اول تا آخر خود مصنف کے اپنے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے، اس کا خط نہایت صاف ہے،

اس کی دستیابی کے متعلق لکھتے ہین،

۱۹۱۳ء مین مسٹر کوارکین (M. Keuorkien) پرانی قلمی کتابون کے ایک مشہور سوداگر

اسکو پیرس لائے، اس وقت اس کا کوئی خریدار پیدا نہ ہوا، اور یہ کتاب انھی کے پاس رہی، اب وہ اس کو فروخت بھی کرنا نہین چاہتے ہین لیکن انھون نے بائبل سوسائٹی کی معرفت مرزا محمد خان قزوینی کو چند دنون کے واسطے مطالعہ کے لیے دیدی ہے، اور ساتھ انسٹیٹیوشن مذکور کو اس کی طباعت کی اجازت بھی عطا فرمادی ہے، چنانچہ اسکا عکس تیار کیا جارہا ہے جو مرزا صاحب موصوف کے فاضلانہ تبصرہ کے ساتھ عنقریب شائع کیا جاسکے گا، آج تک بوڈلین (لائبریری) کا قلمی نسخہ[1] قدیم ترین تصور کیا جاتا تھا مگر اسکے مقابلہ مین یہ جدید نسخہ ایک سو تیئیس[2] سال پرانا ہے، اس مین خیام کی ۱۳ رباعیان انتخاب مین آئی ہین،

برلن کے مشہور مستشرق ڈاکٹر روزن (Dr. ROSEN) کے پاس ایک اور قلمی نسخہ[3] رباعیات عمر خیام کا ہے، یہ ان کو برلن سے ملا تھا، اس پر سنہ سات سو اکیس ہجری (۱۳۲۱ء) درج ہے، اگرچہ یہ ہمارے جدید نسخہ سے اکیس سال پرانا ہے، مگر اس کا کاغذ اس سنہ سے جو اس پر دیا ہوا ہے بہت بعد کا معلوم ہوتا ہے، اس سے اس کی قدامت مشتبہ ہوجاتی ہے، کیونکہ یہ بات قرین قیاس ہے کہ اس مجموعہ کے کاتب و مؤلف نے مختلف بیاضون سے رباعیات نقل کرنے کے سلسلہ مین کچھ رباعیان کسی قدیم بیاض سے جس پر ۱۳۲۱ء درج ہو لے کر اپنی کتاب پر بھی وہی سنہ لکھ دیا ہو!

غرض مونس الاحرار کے قلمی نسخہ کی قدامت مسلم ہے، اور خیام کی ۱۳ رباعیان جو اس مین موجود ہین، یقین کیساتھ کہا جاسکتا ہے کہ اسی کی ہین، اور اس کے کلام کا سب سے پہلا انتخاب ہے۔

مدیر موصوف نے رباعیاتِ مذکور کو لفظی انگریزی ترجمہ کے ساتھ شائع کیا ہے، اور ان کا خیال ہے کہ ان ۱۳ مین سے صرف ۲ رباعیان دوسرے نسخون مین بھی پائی جاتی ہے،

لیکن جب ہم نے میر ولی اللہ صاحب کی کاس الکرام اور نولکشور پریس کی مطبوعہ رباعیات خیام سے ان تیرہ

[1] بوڈلین لائبریری مین موجود ہے، یہ ۸۶۵ھ مطابق ۱۴۶۰ء کا لکھا ہوا ہے، اس نسخہ مین صرف ۱۵۸ رباعیان ہین، اس نسخہ کا عکس مع ترجمہ مسٹر ہیرن ایلن نے ۱۸۹۸ء مین لندن سے چھپوا کر شائع کیا تھا، [2] ۔۔۔ [3] ڈاکٹر روزن نے اسکو اپنے ایک فارسی تبصرہ کیساتھ کاویانی پریس برلن سے شائع کیا ہے، اسمین ۳۲۹ رباعیان ہین،

رباعیات کا مقابلہ کرنا چاہا تو ہم کو متعدد رباعیان ایسی ملین جو مذکورہ مجموعون مین بھی پائی جاتی مین، ذیل مین ہم ان ۱۴ رباعیون کے ساتھ اسکی تفصیل بھی کرتے جائین گے،

رباعیات حکیم عمر خیام

۱

عالم اگر از بہر تو می آرایند — مگرای بدان کہ عاقلان نگرایند

بسیار چو تو روند و بسیار آیند — بربای نصیب خویش کت بربایند

یہ رباعی غیر مطبوعہ ہے،

۲

چون روزی و عمر بیش و کم نتوان کرد — خود را بہ کم و بیش دژم نتوان کرد

کار من و تو چنانچہ رای من و تست — از موم بدست خویش ہم نتوان کرد

یہ بھی متداول نسخون مین نہین ہے،

۳

وقت سحراست خیز ای مایۂ ناز — نرمک نرمک بادہ خور و چنگ نواز

کانہا کہ بجایند نپایند بسے — وانہا کہ شدند کس نمی آید باز

یہ رباعی نولکشور کی مجموعۂ رباعیات مین ہے، فرق صرف اتنا ہے کہ مصرع ثالث مین بجائے "بجایند" کے "بخوابند" ہے اور بین السطور مین "بجایند" بھی لکھا ہوا ہے، اور "بسے" کی بجائے "دراز" ہے، دیکھئے ص۵۸

مسٹر ولی اللہ صاحب نے اس رباعی کو نہین لیا،

۴

چون نیست مقام ما درین دہر مقیم — پس بی مے و معشوق خطائیست عظیم

تا کے ز قدیم و محدث امیدم و بیم — چون من رفتم جہان چہ محدث چہ قدیم

مسٹر ولی اللہ صاحب کے یہان یہ رباعی ان تصرفات کے ساتھ موجود ہے،

مصرع اول مین "دہر" کے بجائے "دیر" ہے، اور مصرع ثانی مین خطائیست عظیم کی بجائے، عذابیست الیم مصرع ثالث مین "امید و بیم" کی بجائے "مرد سلیم" ہے، کاس الکرام ص۲۹۶ رباعی نمبر۳ - نولکشوری نسخہ مین بھی اسی طرح ہے،

۵

چون ابر بنوروز رخ لالہ بشست — برخیز و بجام بادہ کن عزم درست

این سبزہ کہ امروز تماشاگہ تست — فردا ہمہ از خاک تو برخواہد رست

یہ رباعی بھی کاس الکرام ص۱۵۹ رباعی نمبر۹ اور نولکشوری نسخہ مین بھی بجنسہ موجود ہے،

۶

بر سنگ زدم دوش سبوے کاشی — سرمست بدم چو کردم این اوباشی

با من بزبان حال مے گفت سبو — من چون تو بدم تو نیز چون من باشی

یہ رباعی بھی کاس الکرام مین موجود ہے، فرق صرف اتنا ہے کہ مصرع ثانی مین بجائے "چو کردم" کے "کہ کردم" ہے ص۱۳۳ رباعی نمبر۲۶ نولکشوری نسخہ مین بھی اسی طرح ہے،

۷

یک قطرۂ آب بود و با دریا شد — یک ذرۂ خاک با زمین یکتا شد

آمد شدن تو اندرین عالم چیست — آمد مگسے پدید و ناپیدا شد

البتہ یہ رباعی غیر مطبوعہ ہے،

۸

ایام زمانہ از کسے دارد ننگ — کو در غم ایام نشیند دل تنگ

می خور تو در آبگینہ و نالۂ چنگ — زان پیش کہ آبگینہ آید بر سنگ

کاس الکرام مین یہ رباعی نہین ملیگی، نولکشوری نسخہ مین "ایام" کی بجائے "خیام" ہے اور مصرع ثالث

مین "و" کی بجائے "با" ہے اور یہی درست ہے،

۹

این بحر وجود آمدہ بیرون زنہفت — کس نیست کہ این گوہر تحقیق بسفت

ہرکس سخنے از سر سودا گفتند — زان روئے کہ ہست کس نمی داند گفت

یہ رباعی بھی غیر مطبوعہ ہے،

۱۰

اے پیر خردمند پگہ تر برخیز — وان کودک خاک بیز را بنگر تیز

پندش دہ و گو کہ نرم نرمک می بیز — مغز سر کیقباد و چشم پرویز

یہ رباعی نولکشوری نسخہ مین ذیل کے تصرفات کے ساتھ موجود ہے، کاس الکرام مین اسکو نہین پایا،

پیر خردمند کی بجائے "مرد ہنرمند" اور پگہ تر کی بجائے "نگہ تر" لکھا ہے، مصرع ثانی مین بنگر تیز کے بجائے

"گو برخیز" ہے، مصرع ثالث مین "پندش دہ و گو کہ نرم نرمک مے بیز" کی بجائے، "وانگاہ بگوئیش کہ بنغلت ...

موجود ہے،

۱۱

اے آنکہ نتیجۂ چہار و ہفتی — وز ہفت و چہار دائم اندر تفتی

مے خور کہ ہزار بار بیشت گفتم — باز آمدنت نیست چو رفتی رفتی

یہ رباعی کاس الکرام مین بھی ہے، مصرع ثانی مین "دائم" کی جگہ "دائم" ہے ص۱۷۹ رباعی ۷۲ نولکشوری

نسخہ مین بھی "دائم" ہے،

۱۲

دورے کہ درو آمدن و رفتن ماست — او را نہ نہایت نہ بدایت پیداست

کس می نزند دمے درین معنی راست — کین آمدن از کجا و رفتن بکجاست

یہ رباعی کاس الکرام مین ہے مگر ذیل کے فرق کے ساتھ ص۶۴ رباعی نمبر ۱ "نہ نہایت نہ بدایت" کی بجائے

"آن را نہ بدایت نہ نہایت"۔ نولکشوری نسخہ مین یہ رباعی نہین ہے،

۱۳

مے خور کہ فلک بہر ہلاک من و تو — قصدے دارد بجان پاک من و تو

در سبزہ نشین و مے روشن می خور — کین سبزہ بسے دمد زخاک من و تو

کاس الکرام کی رباعی مین ذیل کے اختلاف ہین، ص۱۵ رباعی ۵۵

مصرع اول "مے خور کہ" کی بجائے "این چرخ" ہے، مصرع ثالث مین "در" کی بجائے "بر" ہے، اور "مے روشن

می خور" کی بجائے "پیالہ کش و دیر نماند" ہے مصرع رابع مین "کین" کی بجائے "تا" ہے اور "بسے" کی جگہ "بیرون" ہے

نولکشوری نسخہ مین بھی یہ رباعی انھی اختلاف کے ساتھ موجود ہے،

ہماری محدود تحقیق کے مطابق چار رباعیان غیر مطبوعہ ہین اور باقی کو غیر مطبوعہ نہین کہا جاسکتا، ممکن ہے کہ

اور رباعیان بھی کسی نہ کسی مجموعہ مین ہون، اگر تحقیق کا ہاتھ بڑھایا جاسکے،

غرض کہ یہ چار غیر مطبوعہ رباعیون کا اضافہ ایک قابل قدر اضافہ ہے اور دوسری ۹ رباعیون سے

مشہور رباعیون کو صحیح کیا جاسکتا ہے،

تاریخ ابن خلدون کے قلمی نسخے

اور

ایک جدید صحیح اشاعت کی اہم ضرورت

از

مولوی عبداللہ صاحب بی اے مولوی فاضل، لاہور،

علامہ قاضی عبدالرحمن بن محمد بن خلدون الحضرمی المعروف بابن خلدون متوفی ۸۰۸ھ کی (تاریخ ابن خلدون) "العبر و دیوان المبتدا و الخبر ایام العرب والعجم والبربر ومن عاصرھم من ذوی السلطان الاکبر" آج عام مقبولیت سے دیکھی جاتی ہے، اور نہایت معتبر سمجھکر استفادہ کی جاتی ہے، اس کا جو پایہ ہے وہ تاریخ کی دوسری کتابوں کو کم حاصل ہے، ابن خلدون ان چند مصنفینِ اسلام میں ہیں، جنھوں نے اپنی زندگی کے حالات خود لکھے ہیں، ابن خلدون کے یہ خودنوشتہ حالات "التعریف بابن خلدون مؤلف ھذا الکتاب" کے عنوان سے مذکور ہیں[1]۔ ان کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کبھی وہ متعلم کی حیثیت رکھتے ہیں، کبھی وہ معلم کے عہدہ پر سرفراز ہیں، کہیں علماء کی مجالس کو زینت بخش رہے ہیں، کبھی شاہی ندیم و مصاحب کی حیثیت ان کو حاصل ہے کبھی مفتی کی مسند پر وہ متمکن ہیں، کبھی قاضی القضاۃ مصر کے فرائض انجام دے رہے ہیں، کبھی پیڈرو کنٹائل کے دربار میں نیابت سلطنت کرتے ہیں، کبھی تیمور لنگ کے مہمان بنتے ہیں، کبھی فرصت پاکر خانۂ کعبہ کا طواف بھی کر آتے ہیں، غرضکہ مورخ ممدوح نے مشاہداتِ زمانہ سے متاثر ہوکر تاریخ عالم کا تنقیدی نگاہ سے مطالعہ کیا ہے، اور ان کی بنا پر بالکل فلسفیانہ حیثیت سے مذکورۂ بالا تاریخ لکھی ہے، جس کا ایک مفید اور طویل مقدمہ ایک علحدہ کتاب کی صورت میں جو تقریباً آٹھ سو صفحات پر مشتمل ہے، آئندہ آنے والی نسلوں کے لیے بطور چراغِ ہدایت چھوڑا ہے، اس میں تاریخ کے فلسفیانہ اغراض و مقاصد بیان کئے جیسا کہ وہ ابتدائی فصول کے آغاز میں فرماتے ہیں:

"یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ تاریخ کا اصل مطلب اجتماعِ انسانی کی خبر ہے، یعنی تمدنِ عالم اور وہ جو طبعاً اس تمدن کو لاحق ہے، مثلاً توحشی و انسی عصبیت، اور انسان کے لیے اقسام غلبت جو ایک کو دوسرے پر حاصل ہوکر جیسے سلطانیت، سلطنت اور مراتب پیدا ہوتے ہیں، اور انسان کو ان کے اعمال، اور مساعی از قسم کسب معاش، علوم و فنون اور تمام حالات جو اس تمدن میں طبعاً پیدا ہوتے ہیں متوجہ کرتے ہیں الخ"[2]

اسی ضمن میں ابن خلدون کی مزید صحیح قدر و منزلت بحیثیت محقق و فلسفی مورخ کے دیکھنا مقصود ہو تو ڈاکٹر برٹ کی تاریخ فلسفہ ص ۱۷۱-۱۸۱ اور فون کریمر کی جرمن تحریر جس کا ترجمہ شیخ عنایت اللہ صاحب نے اورینٹل کالج میگزین میں شائع کرایا ہے، اس کے مقدمہ کے اسرار و حکم کے متعلق محض اسقدر کہنا کافی ہوگا کہ ہر ایک فصل کا خاتمہ آیاتِ قرآنی پر کیا ہے جو اس کے تمام مضمون پر حاوی ہوتی ہے،

لیکن افسوس ہے کہ اسکی اس عام مقبولیت اور جامعیت کے باوجود ابھی تک ہمارے پیش نظر اسکا کوئی صحیح اور مکمل نسخہ مطبوعہ صورت میں ایسا نہیں ہے، جسے صحیح معنوں میں کام میں لایا جا سکے، نہ مقدمہ اور تاریخ معتبر متن کی صورت میں ہے، اس کے جو نسخے مغرب و مشرق میں طبع ہوئے ہیں، وہ محض چند نسخوں پر منحصر ہیں، کسی حالت میں بھی وسیع اور کما حقہ مقابلہ یا تحقیق اس میں عمل میں نہیں آئی، اس کمی کا احساس کرکے کسی قدر معلومہ قلمی نسخوں کے متعلق ذیل میں اطلاعات بہم پہنچائی جاتی ہیں جنسے یہ واقعی معلوم ہوجاتا ہے کہ کتاب مذکور کی ایک جدید اشاعت کی کسی قدر اہم ضرورت ہے، کیونکہ بعض نسخوں میں بیشمار گنجائش نظر آتی ہے جن میں خود مصنف کے ہاتھ کے اضافے کئے ہوئے ہیں، جنھیں متن میں جمع کرنا چاہیئے، عجائب خانہ برطانیہ لندن کے نسخے ۲۳ ، ۷۱ ، ۲۳ ، ۲۷۲ میں مصنف نے خود کئی اضافات کیے ہیں،

[1] تاریخ ابن خلدون جلد سات صفحہ ۳۷۹ مطبوعہ مصر،

[2] مقدمہ مطبوعہ مصر صفحہ ۴۰

کا نمبر Caireus کے نسخون مین صحیح معلوم ہوتا ہے، بعض بعض نسخون مین اس قدر حواشی اور اضافات شامل
ہین جو کم از کم ابن خلدون کی زندگی مین کیے گئے ہین، یا اس کے زیر اثر کیے گئے ہین، اور مشہور و معروف
کاتبون نے لکھے ہین، یہ ہو سکتا ہے کہ ایک ضخیم کتاب ہونے کی صورت مین بہت سے اغلاط اور محذوفات
واقع ہو گئے ہون، ابن خلدون کی تاریخ کے ترکی ترجمون مین بہت سا حصہ ایسا ہے جو سرے سے ابن خلدون
ہی مین نہین ہے اس لیے ابن خلدون کے ایک صحیح نسخہ کی ترتیب و تیاری مین فاضل مؤلفین کے لیے
محنت درکار ہے، اور خاصکر اس کے لیے کثیر التعداد قابل افراد کی ایک مشترکہ جماعت کی ضرورت ہے،

اس ضمن مین A von Hammer Purgatol, Silver de Sacey اور H.
A. Hauo Ker اور Euglue. C. de Mouth ret اور G. W. Yoretang
یورپین مستشرقین شکریہ کے مستحق ہین جنھون نے اس کے چھاپنے مین زیادہ تر مقدمہ کے متعلق خدمات انجام
دی ہین، اصل تاریخ کا ایک کثیر حصہ C. F. Yourulceng Neol de Vergers
N. Kesenhous, Michele Awri;
Gudfray Dewauby era اور William Canelskey, R Diehey
نے شائع کیا ہے جس کی بنا ان بہترین نسخون پر ہے جو ان کو مل سکتے تھے، طلبہ خاصکر Guckin
de Slave, Etriue Quater mere کے ممنون ہین جنھون نے تاریخ کی چھٹی اور ساتوین جلد
اور مقدمہ کی اول جلد کو شائع کیا مگر جو شے وہ پیش کرتے ہین وہ محض چند نسخون پر منحصر ہے، اشاعت
مصر (بولاق) مطبوعہ (۱۲۸۴ھ) بظاہر مکمل صورت مین موجود ہے، مگر اسی کو جب آپ اٹھا کر دیکھین گے
تو بے شمار مقامات پر آپ کو خالی چھوڑی ہوئی جگہ بصورت بیاض ملے گی جس کی وجہ صرف یہ ہے کہ چھاپنے
والون کے پاس زیادہ نسخے نہ تھے، اور اس امر کی دلیل ہے کہ اس مین محض ایک نسخے پر اکتفا کیا گیا
بالکل مقامی نسخون سے کام لیا گیا ہے، مؤلف کی بعض مشکلات کو Duncun Block Medaauold

[illegible] مقدمہ ابن خلدون مین واضح کیا ہے، موجودہ حالت مین زیادہ احتیاط سے عربی متن کو جمع و تنسیق
[illegible] کیا جا سکتا ہے جو علمی ضروریات کو پورا کر سکے، اور پھر اسی شائع شدہ متن سے اردو مین ترجمہ کیا جائے
[illegible] آج کل کے طلبہ کو تاریخ، فلسفہ، اخلاقیات، اور اقتصادیات وغیرہ مین عرب مورخین کے تخیلات کے
[illegible] کی بیحد ضرورت محسوس ہو رہی ہے، اس کے لیے ضروری ہے کہ تمام نسخون کا جائزہ لیا جائے، بعض علما
[illegible] کتاب کے مختلف نسخون کا ذکر بھی کیا ہے جنکو ذیل مین تلاش و کوشش سے درج کیا جاتا ہے، مگر
[illegible] کے مکمل ہونے کا دعویٰ نہین ہو سکتا اور بہت سے نسخون کا پتہ لگایا جائے، جنکا حوالہ مصنفین قدیم
[illegible] دے چکے ہین، اس مین شک نہین کہ اس کے لیے بہت سے نسخے بہت سے اسلامی شہرون مین
[illegible] ہین، جہان کبھی اس غرض سے کوئی علمی تلاش عمل مین نہین آئی، مساجد، کتب خانے اور نجی کے
[illegible] سے ان کا پتہ چل سکتا ہے،

ذیل مین محض وہ نسخے جو بعض کتب خانون کی فہرستون مین ملتے ہین، امریکہ کے مشرقی رسالہ
[illegible] نوٹ سے استفادہ کر کے درج کیے جاتے ہین:-

(۱) برلن:- مقدمہ (9363-9364) جسے Wahlwardh
[illegible] مین شائع کیا،

(۲) قاہرہ (مصر) تاریخ کتب خانۂ ملی نمبر 184-5-6 جامع ازہر، الرحلۃ جس کی اصل نقل زکی
[illegible] پاشا کے پروفیسر Casuaua کو دی تھی، اس مین ابن خلدون کی خود نوشتہ سوانح
[illegible] مین اضافے بھی ہین، جو خود مصنف نے ۷۸۶ھ مین کیے ہین،

(۳) قسطنطنیہ کے کتب خانے:- نوری عثمانیہ 3065-72 جامع ینی نمبر 888 راغب 978
[illegible] پاشا 863-9 یہ سب تاریخ کے نسخے ہین،

(۴) مراکش:- کتاب العبر کا نسخہ جامع القرویین مین 1266 / یعقوب گرابرگ ہمسوئی کو اس نسخہ کا حال

طنجہ میں ۱۹۲۱ء میں معلوم ہوا، اس نے ایک فاضل کو اس کے حاصل کرنے کے لیے مراکش بھیجا، وہاں پہنچکر معلوم ...

۱۹۲۲ء میں یہ نسخہ طرابلس بھیجدیا گیا، اس کے مقدمہ کی ابتدا میں جس کی نقل گرابرگ نے طنجہ میں دیکھی تھی ...

بیان کرتا ہے کہ میں نے العبر کی ایک نقل مراکش کی جامع القرویین میں بھیجی (مصری اشاعت منسوخ ...

یہ جملہ کسی حالت میں بھی Sudorwere کی اشاعت اور Slane کے ترجمہ میں ...

مگر یہ اس نے Coireuo کے نسخہ میں پڑھا تھا، Alfred B. ... نے اس نسخہ کی موجودگی ...

تھا کیونکہ وہ اپنی فہرست میں اس کا ذکر کرتا ہے، E. Levi Provencel

کا ذکر رسالہ مشرقی علوم امریکہ بابت ستمبر ۱۹۲۳ء میں کرتا ہے، جسپر خود ابن خلدون کے دستخط موجود ...

پنجم کے اخیر میں کاتب کا نام عبدالرحمن بن حسن ولد النفزی ملتا ہے، جو ماہ رمضان ۷۹۸ھ میں موجود ...

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابن خلدون کی زندگی ہی میں اور اس کے سامنے اس کی تاریخ کے بہت ...

تیار ہو چکے تھے، اور بعض کی اس نے خود دیکھکر تصحیح بھی کی تھی،

(۵) لیڈن:- ایک حصہ العبر ۱۳۵۰ جس کے متعلق Houtsma & Goeje فہرست ...

کرتے ہیں، مقدمہ ۱۷۴۶ جو Brill کے قبضہ میں ہے،

(۶) لینن گارڈ: مقدمہ ۵۰۵ Victor Rosen 505, 50 Sa505 اپنی فہرست عجائب ...

میں سینٹ پیٹرز برگ میں کتب عربیہ کے سلسلہ میں ذکر کرتا ہے،

(۷) لنڈن:- عجائب خانہ برطانیہ میں العبر add 9575 ، 1237,1138 ، 23,272 ...

مقدمہ ضمیمہ 477 جس میں بعض جگہ ابن خلدون نے خود حواشی بھی لکھے ہیں، بلکہ ۸۰۳ھ تک کی ...

دی ہے،

(۸) اندلس:- العبر ۱۱۲ و F. 550 F. Guillen Robl کی فہرست کتب عربیہ ماڈرڈ سے معلوم ...

کہ یہاں اسلام پر ابن خلدون کے ایک مصنفہ رسالہ کی نقل موجود ہے،

... میونک (جرمنی):- العبر نمبر ۳۰۳ W. AUMER نے اپنی فہرست کتب عربیہ میں اس نسخہ کا پتہ دیا ہے

... آکسفورڈ (انگلینڈ):- العبر نمبر ۲۳۱ - ۲۳۰ فہرست بوڈلین،

... پیرس:- مقدمہ اور العبر اور رحلۃ B U نمبر ۱۵۳۵ و ۱۵۲۷، ضمیمہ نمبر ۴۲،

... توبنجن:- العبر نمبر ۵ - ۳ فہرست کتب عربیہ یونیورسٹی توبنجن،

... ٹونس:- تاریخ فہرست نمبر ۳۵۰۷-

... ویانا:- مقدمہ نمبر ۱۶ - ۱۵ Fluge فہرست کتب عربی و فارسی و ترکی،

... ڈنگان:- فہرست بیلوتھیکا لنڈ پینا (Haigh Hole) نمبر ۹۷ - ۱۰۱ مقدمہ

... سات جلدیں،

... بیروت:- یہاں ایک نسخہ مقدمہ کا ہے جو طبع ہو چکا ہے،

... کیمبرج (انگلینڈ): فہرست کتب عربی و فارسی کیمبرج یونیورسٹی، مرتبہ ڈاکٹر براؤن ملاحظہ ہو ان کے

... نسخوں کے علاوہ اور بھی اس کے بہت سے قلمی نسخے ہونگے،

... آخر میں اس تاریخ کی اہمیت کو مدنظر رکھکر اسلامی انجمنوں اور خصوصیت سے ہندوستان میں دائرۃ المعارف

... کی توجہ مبذول کراتا ہوں جو بہترین اور اہم کتابیں شائع کر کے گران پایہ علمی خدمت انجام دے رہی ہے

... ہندوستان ہی میں نہیں بلکہ ممالک غیر میں بھی خراج تحسین حاصل کر چکی ہے، اگر اس کی اشاعت کی طرف

... تو ملک پر بہت ہی بڑا احسان ہوگا، پھر اسکا ترجمہ اردو بھی ویسی اہمیت رکھتا ہے جو دین سے بہتر

... سکتا ہے، جہاں ہر پہلو سے منتظم مجلس اس مطلب کے لئے قائم ہو چکی ہے اور وہ بھی کثیر اور مفید مواد ملک کے

... پیش کر چکی ہے، غرضکہ اسکی اشاعت نہایت اہم ہے، چنانچہ پنجاب یونیورسٹی نے اس کی اہمیت کو مدنظر

... کے ماتحت اسی کے مقدمہ کا انگریزی ترجمہ شروع کرایا ہے تاکہ آج انگریزی داں نوجوان بھی

... مستفید ہو سکیں،

تلخیص و تبصرہ

سنہ ۱۹۲۷ء کی علمی ترقیان

مترجمہ:- مولوی شاہ معین الدین احمد صاحب ندوی رفیق دار المصنفین

سائنس نے علوم وفنون کی ترقی، اور نئے نئے انکشافات اور تجربات مین اس قدر آسانیان پیدا کر دی ہین کہ ایک ایک سال بلکہ ایک ایک مہینہ کے اندر علم و فن کا ہر شعبہ کہین سے کہین پہنچ جاتا ہے، ذیل کے نقشہ سے معلوم ہوگا کہ ایک سال کے اندر دنیا نے کیا ترقی کی اور علم و فن کے تمام شعبون مین کیا کیا انقلابات ہوئے،

طب

ذوگوچی جاپانی عالم نے گذشتہ سال اعلان کیا، کہ اس نے نزلہ فوما کے جراثیم دریافت کر لیے اس کے بعد فلان [illegible] کے ایک ڈاکٹر نے دعویٰ کیا کہ اس نے ان چھوٹے چھوٹے کیڑون کا پتہ چلا لیا جو وجع مفاصل کا بخار پیدا کرتے ہین [illegible] لیکن ابھی تک دوسرے علماء نے اسکی تائید نہین کی ہے،

بوسٹن کے ایک ڈاکٹر ہوٹا نگر نے یہ نظریہ پایۂ ثبوت کو پہنچا دیا کہ پِتّ مین اس وقت پتھری پیدا ہوگی جب [illegible] اس مین سکوڑ نہ ہوگا، ایک جاپانی عالم کا خیال ہے کہ کھانے مین بٹیامین کے اجزاء کی کمی گردہ، پِتّ اور دوسرے اعضاء مین پتھری پیدا کرتی ہے،

اطباء نے بٹیامین کے طبی خواص پر کافی بحث کی ہے کہ اس کو لاولدی سے کیا تعلق ہے، اور جسم مین [illegible] مادہ کیونکر پیدا ہوتا ہے،

بنفشئی شعاعون کے اوپر کی شعاع کے فوائد کے بارہ مین کافی بحث و مباحثہ کے بعد پہلے ہو چکا ہے [illegible]

[illegible] شعاعین دودھ پلانے والی عورتون پر ڈالی جائین تو اس عمل سے اس قسم کا بٹیامین پیدا ہوگا جو اس کے دودھ [illegible] فزوانی مین معاون ہوگا،

اسی طرح اگر یہ شعاعین غلہ کے اقسام پر ڈالی جائین تو بھی اس خاصیت کا بٹیامین پیدا ہوگا،

علم فضا یا کائنات جویہ

موسمی تغیرات اور فضائی حوادث کے قبل از وقوع علم مین بہت زیادہ ترقی ہوگئی ہے، اب یہ بہت معمولی بات ہے کہ سیلاب اور آندھیون کی اطلاع ان کے آنے سے بہت پہلے دیدی جائے، اور دنیا ہلاکت سے محفوظ رہے، علم فضا کے ماہرین نے بنی نوع انسان پر گذشتہ سال یہ بہت بڑا احسان کیا کہ انھون نے مسیسپی کی ہلاکت خیز سیلاب کی اطلاع کئی مہینہ پہلے دیدی، اور ہزارون جانین سیلاب فنا سے بچ گئین، اب یہ آسان ہو گیا ہے کہ اسٹیمرون، جہازون، اور ہوائی جہازون کو فضائی تغیرات سے قبل از وقت آگاہ کر دیا جائے، اور وہ سمندر کے طوفان اور موج کے تھپیڑون سے محفوظ ہو جائین،

فنِ پرواز

گذشتہ سال کی ترقیون مین فنِ پرواز کی ترقی بھی قابلِ ذکر ہے، امریکہ کی پکارڈ کمپنی نے سب سے بڑا ہوائی محرک تیار کیا ہے جس کی قوت ...، ۱۳ ہزار گھوڑون کے برابر ہے، اس مین خوبی یہ ہے کہ ہوا ہی سے ٹھنڈا بھی ہوجاتا ہے، امریکہ نے خاص قسم کے محرک (موٹر) بنائے ہین، جنکا وزن ۵۰۰ پونڈ سے زیادہ نہین ہے، مگر قوت مین ۵۲۵ گھوڑون کے برابر ہین، اس کے علاوہ ایک خاص قسم کا پنکھا بنایا ہے، اسکی خصوصیت یہ ہے کہ مسلسل ۲۴ گھنٹون تک برابر چکر کھاتا رہتا ہے،

نئے طریقے کے ہوائی جہازون کی اس کثرت سے مانگ ہے کہ کارخانے سب کی فرمائش پوری کرنے سے قاصر ہین، اس وقت ممالک متحدہ امریکہ مین دو کارخانے ہین ان مین سے ہر ایک مین تین ہوائی جہاز روزانہ تیار ہوتے ہین، ہوائی جہازون کے تمام کل پرزے مضبوطی اور خوبصورتی مین برابر ترقی کرتے جاتے ہین،

عنقریب وہ دن آنے والا ہے کہ زمین پر اترنے کی مشقت اٹھائے بغیر دوران پرواز ہی مین ہوائی محرک ٹھنڈے ہوجایا کرین گے، اکثر ہوائی جہاز سرتاپا دھاتون سے بننے لگے ہین، بڑے بڑے تجارتی جہازون کو متعدد محرک ازاتے ہین، کچھ دنون مین ہوائی جہازون پر رات کو سفر کرنا بہت معمولی بات ہوجائے گی، اور ریل کی طرح مسافر نہایت آرام وسکون کی نیند سوتے ہوئے سفر کرین گے،

۲۷ء اس حیثیت سے ہمیشہ یادگار رہیگا کہ اس سنہ مین ہزارون میل کی مسافت سے ایک دوسرے کا دیکھنا بھی ممکن ہوگیا ہے، جیسے جیسے زمانہ گذرتا جائے گا اس کی صنعت اور اس کے آلات مین ترقی ہوتی جائے گی، اور کچھ دنون کے بعد یہ ایجاد عام طور پر بازارون مین آجائے گی،

۷ جنوری ۲۷ء کی تاریخ خاص طور سے یاد رکھنے کے قابل ہے، یہ وہ تاریخ ہے جس دن سب سے پہلے لندن اور نیویارک کے درمیان لاسلکی کے ذریعہ سے گفتگو کا دروازہ کھلا، اور اسی سال کے اندر اندر انگلینڈ، ممالک متحدہ امریکہ، کناڈا اور دوسری نوآبادیات مین عام طور پر رائج ہوگیا،

زراعت

زراعت مین البتہ کوئی اہم اور قابلِ ذکر ترقی اس سال نہین ہوئی، تاہم بالکل محرومی بھی نہ رہی، اور اسکی فروعات مین کچھ نہ کچھ ترقیان ہوئین،

زمین مین کھاد ڈالنے کے وسائل مین خاصی ترقی ہوئی، نیز ایک نئی تحقیق یہ ہوئی ہے کہ اگر نباتات پتون کے ذریعہ آکسڈ کاربن چوسنے کے علاوہ جڑون کے ذریعہ بھی چوسین تو ان کی نشو ونما کے لیے بہت مفید ہے، میوون اور سبزیون کے اقسام مین سائنٹیفک طریقون سے بعض نئے اقسام کا اضافہ ہوا ہے،

ہندسہ و تعمیر

۲۷ء کی تعمیری ترقیون مین سب سے بڑی ترقی کو لوارڈ ممالک متحدہ امریکہ کی سرنگ کی تکمیل ہے، دوسرا نمبر ہالنڈ کے سرنگ کا ہے، یہ سرنگ نیویارک اور نیوجرسی کے درمیان ہڈسن کی نہر کے نیچے نیچے موٹرون کی آمد و رفت کے لیے کاٹی گئی ہے، اس کا طول دو میل ہے،

سرنگ کے بعد سب سے بڑی تعمیر کلو فورنیا مین کارکنیز کے راستہ کا افتتاح ہے، یہ دو پلون کے درمیان نکالی گئی، جس کا فاصلہ ۱۱۰۰ قدم (فیٹ) ہے، اسی سنہ مین امریکہ کا بجلی گھر تیار ہوا، اس کے ذریعہ سے متصل دو ہشولن کے آبشارون کی رو سے بجلی پیدا کیجاتی ہے، ان مین جو آلات لگائے گئے ہین وہ ۹۰۱ لاکھ گھوڑون کی قوت کے برابر بجلی پیدا کرتے ہین،

تصویر کشی

تصویر کشی کے بارہ مین یہ مشہور رائے ہے کہ کیمرہ کی پلیٹ پر سرخ، اور زرد رنگ مٹیالی اور نیلگون کھلتا ہوا معلوم ہوتا ہے، اس کلیہ کی بنا پر یہ قیاس کیا جاتا ہے کہ بھورے بال اور نیلگون آنکھین پلیٹ پر مٹیالی اور کھلتی ہوئی معلوم ہوتی ہین، لیکن حال مین کوڈاک کے کارخانہ کے تجربہ کرنے والون نے ایک قلم تیار کی ہے جو سرخ اور زرد رنگ کا بہت شدید احساس رکھتی ہے، اس جدید ایجاد سے پہلا کلیہ باطل ہوگیا،

اس سلسلہ مین "گویا سینما" عجیب وغریب چیز ہے، فوٹوگرافی کے ایسے کمرے بھی بنائے گئے ہین، کہ اگر اس کے آگے کھڑے ہوکر ایک خاص حصہ مین پیسہ ڈالدیا جائے تو وہ تصویر کھینچ دیتا ہے، یہ ایجاد بینکون مین بڑی بڑی تحویلون کی حفاظت، اور ایسے خاندان اور اشخاص کے لیے جنکے پاس قیمتی نوادر ہین بہت کارآمد اور مفید ہے، اس سے خود بخود چورون کی تصویر کھچ جاتی ہے،

علم النفس

علم النفس مین ذکاوت اور ذہانت کا نظریہ بہت ترقی کرگیا ہے، بہت سے دقیق مسائل، کلیہ کی صورت مین منضبط ہوگئے ہین، پروفیسر سپیرمین نے دلائل وبراہین سے ثابت کردیا ہے کہ انسان مین خلقی طور پر ذکاوت کا مادہ موجود ہے، اور یہی خلقی ذکاوت مختلف شعبون مین مختلف صورتون سے ظاہر ہوتی ہے، اگر کسی شخص نے کسی خاص شعبہ مین کوئی ذہنی امتیاز حاصل کیا ہے تو اگر وہ کسی دوسری جانب منتقل ہوجائے تو اغلباً اس مین بھی وہی امتیاز

حاصل کرسکتا ہے، علم الحیوان مین عمومی بحثین ہوئین، اور خاص طور پر حیوان کو انسان سے قریب تر کرنے مین زیادہ توجہ صرف کیگئی،

جغرافیہ

سنہ ۲۷ء کی اہم جغرافی تحقیقات امریکہ اور یورپ وغیرہ کی درمیانی پرواز کے ذریعہ سے فضائی راستون کا انکشاف اور خطوط پرواز کی تعیین ہے، تاکہ اس سے آیندہ تجارتی پرواز کے لیے راستہ کھل جائے،

ہیئت

علم الافلاک مین ۱۰ نئے دمدار ستارے دریافت ہوئے اور گذشتہ ۲۹ جون کا مکمل سورج گرہن جو انگلینڈ کے سارے شہرون مین پورا پورا صاف نظر آتا تھا، آلات رصد سے دیکھا گیا،

پروفیسر نکلسن اور پٹی کے نزدیک یہ مسلم ہوگیا ہے کہ جب چاند مین پورا گرہن لگتا ہے تو اس کی سطح کی حرارت بہتی ہوئی ہوا سے بھی کئی درجہ نیچے اتر آتی ہے،

کوبلنٹز لمپلانڈ اور مینزال کے مباحث سے اس خیال کی تائید ہوتی ہے کہ ان مقامات کی حرارت جو سطح مریخ کے گرم حصون پر ہین صفر کے ایک درجہ اوپر ہے،

فوٹوگرافی کے ذریعہ سے زہرہ، مریخ، مشتری اور زحل کی رنگین تصویرین لیگئی ہین، ان تصویرون سے ان سیارون کے ماحول کی فضا کے متعلق بعض نئے انکشافات ہوئے ہین، جنوبی، افریقہ، پاپل، ہارفرڈ، اور میسگن کی دیدبیون مین بڑی بڑی دوربین بنائی گئی ہین، ان کے ذریعہ آیندہ علم الافلاک کے معلومات مین بہت نفع بخش باتین معلوم ہون گی،

معدنیات

ایک نئی مرکب دھات بنائی گئی ہے جسمین المونیم کا بھی ایک جزہے، اس مین خوبی یہ ہے کہ فولاد کی طرح سخت ومضبوط، اور المونیم کے برابر ہلکی ہے، اس سے ہوائی جہازون کی تیاری مین گرانقدر مدد ملی اسکے علاوہ ایک اور

سخت قسم کی مرکب دھات تیار ہوئی ہے جسمین زنگ نہین لگتا،

طبیعیات

پروفیسر شرویڈنگر (سوئزرلینڈ) نے جوہر فرد (ذرہ) کے بارہ مین ایک نیا خیال پیش کیا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ بروٹن کے گرد جو بجلیان گردش کرتی ہین، وہ نور اور شعاع اکس کی طرح موج کے ایک مسلسل اور دقیق نظام کے سوا اور کچھ نہین ہین، اگر یہ خیال صحیح ہے تو تجربہ سے معلوم ہوجائیگا کہ بجلی بھی جب بلورین سطح سے ٹکرائیگی واکس کی شعاع کی طرح ٹوٹ اور پھیل سکتی ہے،

سر ارنسٹ رزرفورڈ کا خیال ہے کہ شعلہ زن عناصر مین جوہر فرد کا تخم جس کے گرد بجلیان چکر لگاتی ہین اپنے دور کی حالت مین نظام شمسی کی طرح متعدد تخمون کا مجموعہ ہوتا ہے، اور جس طرح آفتاب کی گردش کی حالت مین اس کے گرد چھوٹے چھوٹے سیارے چکر لگاتے رہتے ہین، اسی طرح جوہر فرد کے تخم کے ماحول چھوٹے چھوٹے تخم متحرک ہوتے ہین،

کہربائی ہندسہ

برقی آلات کی ساخت اور ان کے اقسام مین بھی بہت ترقی ہوئی ہے، اب بڑی بڑی نئی عمارتون مین اس کے آہنی اجزا کو کیلون سے جوڑنے کے بجائے، برقی قوسی رو کے ذریعہ سے وصل کردیتے ہین، برقی قوت ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے کے وسائل مین بھی آسانیان پیدا ہوگئی ہین، اور اب تارون کے ذریعہ سے ۵۰۰ سو میل تک برقی قوت منتقل کیجاسکتی ہے،

اخبارِ علمیہ

دنیا کا سب سے بڑا جہاز

انگلستان کی کنارڈ کمپنی نے ارادہ کیا ہے کہ وہ دنیا کا سب سے بڑا جہاز تیار کرائے، یہ جہاز ۶۰۰۰۰ ٹن وزن کا ہوگا، اس کی ساخت مین ۶۰۰۰۰۰۰ پونڈ صرف ہونگے اور ۲½ سال کی مدت مین مکمل ہوگا، اس وقت تک اس کمپنی کا سب سے بڑا جہاز برنگیریا تھا، اس کا وزن ۵۲۲۲۶ ٹن ہے، اب تک مجسٹک سب سے بڑا جہاز سمجھا جاتا تھا، اس کا وزن ۵۶۵۵۱ ٹن ہے، اور اس کی لنبائی ۹۵۶ فٹ، مگر یہ نیا جہاز ۱۰۰۰ فٹ لنبا اور تمام دوسری حیثیتون سے مجسٹک سے بڑا ہوگا، یہ جہاز ۵،۶ ہزار مسافر لے جائیگا،

مسوداتِ ڈکنس کی فروخت

یورپ و امریکہ اپنے مصنفین کی جو قدر کرتے ہین، اس کا ایک ادنی ثبوت انگلستان کے مشہور افسانہ نویس ڈکنس (Dickens) کے ایک مسودہ اور بعض تصانیف کی فروخت سے مل سکتا ہے، اس مصنف کی دو تصانیف آور کمیشن (Our Commission) اور دی فرینڈ آف دی لائنس (The friend of the lions) کا مسودہ ہاگس کمپنی نے ۱۲۹۰ پونڈ مین فروخت کین، اس کے علاوہ ڈکنس کی بعض تصانیف کی ہدیہ کردہ نسخون کی قیمت ۲۳۰۴ پونڈ آئی،

اسی سلسلہ مین یہ معلوم کرنا بھی دلچسپی سے خالی نہ ہوگا، کہ سکاٹ (Scott) کی مشہور تصنیف ویورلی (Waverly) کے پہلے اڈیشن کا ایک نسخہ ۵۰۰ پونڈ مین فروخت ہو رہا ہے،

کیا ہندوستان کے علم دوست اصحاب اس تفاوت مشرق و مغرب پر غور کرینگے، اور کیا ہم سمجھ لین کہ کپلنگ کی منحوس پیشین گوئی بدقسمتی سے سچی ہی رہیگی،

سر ہڈسن کی وفات

گذشتہ دسمبر کا ایک اہم معاشرتی حادثہ سر رابرٹ ارنڈیل ہڈسن کی وفات ہے، سر ہڈسن انجمن صلیب احمر انگلستان کے صدر تھے اور انھون نے انجمن کی ترقی و توسیع مین بہت کچھ حصہ لیا تھا، اور اپنی باا ثر شخصیت کی بنا پر اس انجمن کے لیے ایک کروڑ نوے لاکھ پونڈ جمع کئے تھے،

کیا ہندوستان کی تمام انجمنونکی متحدہ آمدنی بھی کبھی اس کے برابر ہوگی، جس غریب ملک مین صحیح و تندرست لوگ بھوکے مرتے ہون وہان مریضون کو کون پوچھتا ہے،

مصنوعی سردی

چند سال قبل بعض علمی رسائل مین اس بات پر بحث ہو رہی تھی کہ اگر مکانات کو مصنوعی طریقہ سے گرم رکھا جا سکتا ہے تو پھر ان کو اسی طریقہ پر سرد کیون نہین کیا جا سکتا؟ اب اس بحث کا اس طرح خاتمہ ہو گیا کہ امریکہ کے ماہرین نے وہ آلات ایجاد کر لیے ہین جن سے موسم گرما مین مکان سرد کر لیا جا سکتا ہے، چنانچہ اس وقت وہان کے تمام تماشہ گاہون مین اس طرح مصنوعی برودت پیدا کیجاتی ہے اور لوگ گرم ترین موسم مین بھی بلا کسی تکلیف کے محوِ تماشا رہتے ہین،

ایک نیا تعلیمی تجربہ

امریکہ کی جامعہ وسکونسن مین ایک نئے قسم کا مدرسہ ڈاکٹر الگزنڈر میکل جان کی زیر نگرانی کھلنے والا ہے، اس کالج کے متعلق مندرجہ ذیل اطلاع شائع ہوئی ہے:-

"یہ مدرسہ عام مدارس کی طرح اساتذہ کے ذریعہ تعلیم دینے والا نہ ہوگا، بلکہ اس مین علم جو طلبہ ہونگے جو بجائے کسی رسمی سبق کے بطور خود اپنے موضوع کا مطالعہ کرین گے، یہ موضوع تمدنِ عالم ہے، پہلے سال مین وہ تہذیب قدیم کو اپنا موضوع بنائین گے اور دوسرے مین تمدن جدید کو، ان طلبہ کی امداد اور ان کے شبہات و مشکلات کے حل کے لیے فلسفہ، طبعیات و ادبیات کے اساتذہ ان کے ساتھ رہین گے، لیکن وہ کوئی باضابطہ درس نہ دینگے، وہ صرف طلبہ کے ساتھ تعاون کرین گے اور اپنی ذاتی حیثیت سے ان کی امداد،

لاسلکی ٹائپ رائٹر

اس وقت تک لاسلکی کے ذریعہ جو پیغامات روانہ کئے جاتے تھے ان کو ٹیلیفون کی طرح زبانی ادا کرنا پڑتا تھا، لیکن اسمین بھی ترقی کا ایک قدم آگے بڑھا ہے اور جس طرح معمولی بڑے پیغام تار گھرون مین ٹائپ رائٹر کے ارسال و صول کئے جاتے ہین اسی طرح اب یہ پیغامات بھی نہ صرف ٹائپ رائٹر کے ذریعہ بھیجے جائینگے، بلکہ ٹائپ رائٹر ہی کے ذریعہ موصول ہون گے، اور پیغام خود بخود چھپ چھپا کر باہر نکل آئینگے،

آلۂ طیارہ بین

امریکہ کے محکمۂ حرب نے ایک ایسا آلہ ایجاد کیا ہے، جس سے دشمنون کے طیارون کی پرواز، ان کی بلندی اور ان کی نقل و حرکت معلوم ہونے کے ساتھ ہی، وہ توپون کے نشان کی صحت مین بھی بہت معاون ہوگی،

شکسپیر کی قومیت

انگلستان کے مشہور تمثیل نویس شکسپیر نے اپنی پر راز نامعلوم زندگی کی وجہ سے خود اپنی ہستی کو معرض بحث مین ڈال رکھا ہے، ایک جماعت تو سرے سے اس کے وجود ہی کی قائل نہین ہے، دوسری اسے بیکن کا گرامفون بتاتی ہے، اور جو جماعتین اوس کی ہستی کو تسلیم کرتی ہین، ان مین بھی اختلاف ہے ایک اُسے انگریزی نسل کا بتاتی ہے اور دوسری جرمنی، اب ایک تیسری جماعت پیدا ہوئی ہے جس کا دعویٰ ہے کہ نہ وہ انگریزی نسل کا تھا، اور نہ جرمنی بلکہ اطالی تھا، چنانچہ ایک مشہور اطالوی استاد سنتی پلاڈینو (Santi Paladino) کے بیان کے مطابق وہ دامن کوہ الپس مین پیدا ہوا تھا،

بچون کی بین الاقوامی مراسلت

جہان یورپ نے تعلیم کے مختلف و متعدد ذرائع پیدا کر رکھے ہین، وہین اس کے ایک ماہر تعلیمات ایم پال میلے (M. Paul Mieille) بچون کو عام واقفیت و بین الاقوامی حالات کی آگاہی کے لئے یہ صورت نکالی ہے کہ ایک ملک کے لڑکے دوسرے ملک کے بچون سے خط و کتابت کرین اور اسطرح ایام تعلیم

ی سے بہ بین الاقوامی تعلقات ہو جائین، اس تحریک کو ۱۹۱۵ء مین شروع کیا تھا، مگر جنگ نے اُسے روک دیا اور اب ۱۹۱۹ء سے یہ سلسلہ شروع ہوا ہے، چنانچہ ۱۹۲۵ء مین بچون نے ایسے ۵۰۰۰ خطوط لکھے اور اب یہ تحریک ۱۶ ملکون مین جاری ہے اور اس طرح بچون کو جغرافیہ، تاریخ و ادبیات کا علم ہو جاتا ہے،

مدرسۂ اقوام

انگلستان کی ایک وادی مین ایک ایسے مدرسہ کے قیام کا انتظام کیا جا رہا ہے، جس مین ۵۰ طلبہ تعلیم پائین گے، اس مین سے ہر طالب علم ایک جداگانہ قوم کا نمایندہ ہوگا، یہ طلبہ ۵۰ ممالک سے آئین گے، ان کو دس سال کی عمر سے ۱۸ سال کی عمر تک تعلیم دیجائے گی، وہ السنہ، تاریخ، علوم و فنون کی تعلیم پائین گے، اس کے علاوہ ان کی ترکیب و تعلیم اس نقطۂ نظر سے دیجائے گی کہ وہ دنیا کے لیے مفید ثابت ہون، ابتدائی تعلیم کے بعد جس طالب علم مین جس فن کا شوق یا صلاحیت دیکھی جائیگی، اسی مین اسے کامل بنایا جائیگا، اور اس کے لیے اس کو کسی نہ کسی ملک مین بھیجا جائیگا، ان طلبہ کے متعلق بیشتر یہ کوشش ہوگی کہ وہ یتیم ہون،

اس سلسلہ مین ایک زبردست بین الاقوامی تعلیمی مجلس قائم کیگئی ہے،

بین الاقوامی معاشرتی مجلس

معاشرتی کام کرنے والون کی بین الاقوامی مجلس کا اجلاس اس سال پیرس مین منعقد ہوگا، یہ اجلاس ۹ جولائی سے ۱۳ تک ہون گے، اس کا انتظام مجلس صلیب احمر پیرس کے ہاتھون مین ہے اور اس کے ڈائرکٹر جنرل ڈاکٹر رینی سینڈ ہین، برطانیہ کا انتظام برطانوی معاشرتی کانگریس کے ہاتھ مین ہے اور دار العوام کا سپیکر (صدر) اس کا بھی رئیس ہے،

ادبیات

تابشِ سہیل

از

مولوی اقبال احمد صاحب سہیل ایم اے، ال ال بی اعظم گڈھ،

کس نے پیغام دیا سلسلہ جنبان ہوکر
روح نکلی ہے تنِ زار سے رقصان ہوکر

دل کشاکش مین ہے محوِ رُخِ جانان ہوکر
خاک اب جائے کہان خور سے گریزان ہوکر

باغ عالم مین بسر کی گلِ خندان ہوکر
تبسم ہی رہی شعلہ بدامان ہوکر

کس نے یہ حشر اُٹھایا ہے خرامان ہوکر
کہ خطِ جادہ تڑپتا ہے رگِ جان ہوکر

یادگارِ دلِ محرومِ تھا اک قطرۂ خون
وہ چلا وہ بھی سرِ شکِ سرِ مژگان ہوکر

پوچھتے کیا ہو شہیدانِ محبت کا بناؤ
منہ پہ کھلتا ہے کفن، دامنِ جانان ہوکر

ہو مبارک خس و خاشاک کو ساحل کی تلاش
کہ گھر رہتے ہین پروردۂ طوفان ہوکر

قیدِ ہستی سے رہا ہوکے ملی عمرِ ابد
اور مشکل ہوئی مشکل مری آسان ہوکر

دامن افشانیِ دل سے جو اُڑے تھے قطرے
آج سرسبز ہوئے گلشنِ رضوان ہوکر

دل سے چھپنے کی نہین ہے خلشِ ناوکِ حسن
کیون ستاتے ہو شریکِ غمِ پنہان ہوکر

نکہتِ گل کی طرح عمر بسر کی اقبالؔ
راحتِ اغیار کو دی آپ پریشان ہوکر

متاعُ الدُّنیا قلیلٌ

از جناب امجد، حیدرآبادی

راہِ خدا مین زندگیِ مستعار دے
چھننے سے پہلے جامۂ ہستی اُتار دے

بہرِ رفاہِ خستہ دلان اشتہار دے
غم دیدہ دل کے کان مین آ کے پکار دے

تھوڑی سی رہ گئی ہے اسے بھی گذار دے

آئے زمین پہ خاک اُڑانے کے واسطے
آنکھین بنی ہین اشک بہانے کے واسطے

یہ زندگی ہے رنج اُٹھانے کے واسطے
ہر سانس تن مین آتی ہے جانے کے واسطے

تھوڑی سی رہ گئی ہے اسے بھی گذار دے

مانا کہ تو شکستہ دل و خستہ حال ہے
مانا کہ مثلِ نقشِ قدم پائمال ہے

مانا کہ ہجرِ یار مین جینا محال ہے
دو دن فراق کے ہین پھر آخر وصال ہے

تھوڑی سی رہ گئی ہے اسے بھی گذار دے

اے جان! جان رنج مین کھوتی ہے کس لیے
بے چین ضبطِ درد سے ہوتی ہے کس لیے

ناؤ اپنی بحرِ غم مین ڈبوتی ہے کس لیے
اے شمعِ صبح ہوتی ہے روتی ہے کس لیے

تھوڑی سی رہ گئی ہے اسے بھی گذار دے

یہ قدِ راست بارِ مصائب سے خم سہی
آفت پہ آفت اور ستم پر ستم سہی

پاؤن مین چھالے، دل مین خلش، لب پہ دم سہی
اے چلنے والے اور ذرا دو قدم سہی

تھوڑی سی رہ گئی ہے اسے بھی گذار دے

پیوندِ خاک کا ہے یہان نیک ہو کہ بد
اے سونے والے مہد کا انجام ہے لحد

اے جینے والے مُردون پہ کرتا ہے کیون حسد
شاید ہمین نفس نفسِ واپسین بود

تھوڑی سی رہ گئی ہے اسے بھی گذار دے

بَابُ التَّقرِیظِ وَالاِنتِقَاد

تاریخ اسلام کے متعلق ایک جدید تالیف

از

شیخ عنایت اللہ صاحب ایم اے معلم عربی، گورنمنٹ کالج جھنگ

تاریخ اسلام کے شائقین عربی زبان کے فاضل اور دنیائے اسلام کی تاریخ کے بے نظیر عالم سٹینلی لین پول کی مشہور اور مفید تالیف "محمدی خاندان" (The Mohammadan Dynasties) سے اغلباً واقف ہونگے، جس کو لائق اور وسیع النظر مؤلف نے اسلامی تاریخون، سکّون اور دیگر آثار کی مدد سے ترتیب دیا تھا، اور جس کا اردو ترجمہ کئی سال ہوئے کارخانہ پیسہ اخبار لاہور نے شجرات فرمانروایان اسلام کے نام سے شائع کیا تھا، یہ اپنی طرز کی پہلی کتاب تھی، جس مین خلفائے راشدین رض سے لیکر کتاب کے سن اشاعت یعنی ۱۸۹۳ء تک کے روئے زمین کے تمام مسلمان حکمران خاندانون کے شجرات نسب اور ان کے سنین حکومت کے جداول مندرج تھے، نیز ہر خاندان کے عروج و زوال کی مختصر تاریخ بھی بیان کردی گئی تھی،

غرض یہ جامع اور مختصر کتاب اپنی سودمندی کی بدولت تاریخی حلقون مین بہت مقبول ہوئی اور چند ہی سالون کے اندر نادر و کمیاب ہو گئی، قدردانون نے متعدد دیگر زبانون مین اس کے ترجمے شائع کئے، اردو ترجمہ کا ذکر اوپر ہوچکا، اس کے علاوہ پروفیسر (Barthold) نے حواشی اور اضافون کے ساتھ ۱۸۹۹ء مین روسی زبان

Manuel de Genealogie et de Chronologie pour l'histoire de l'Islam, par E. de Zambaur 1927 Hannover.

مین ترجمہ کیا، اور حال ہی مین استامبول کے قومی عجائب خانہ کے منتظم خلیل ادہم نے اسے ترکی کا جامہ پہنایا ہے،

مگر اس کتاب مین سن و سال اور اسماء کی کئی جزئی غلطیان باقی رہ گئی تھین اور تمام فرمانروا خاندانون کا استقصاء نہین ہو سکا تھا جو اس بات کا لحاظ کرتے ہوئے چندان تعجب خیز نہین کہ مؤلف نے اپنے مضامین کو نہایت مختصر رکھا تھا، بہر حال اس کے سن اشاعت (۱۸۹۴ء) سے لیکر آج تک تاریخی تحقیقات مین جو ترقی ہوئی ہے [اور] تاریخ اسلام کے متعلق جو نیا مواد اور سرمایہ دستیاب ہوا ہے، اس کی روشنی مین اس کتاب کی تجدید و ترمیم کی سخت ضرورت [تھی، اور] اس کے مضامین مین اضافہ کی بڑی گنجائش تھی، تاریخ اسلام کے شائقین کو مژدہ ہو کہ وائنا (پایۂ تخت آسٹریا) کے ایک صاحب علم نے اسی نہج پر ایک جدید کتاب تالیف کرکے اس شدید ضرورت کو باحسن وجوہ پورا کیا ہے،

ذیل مین ہم اسی جدید تالیف کا مختصر تذکرہ کرنا چاہتے ہین، اس کے مؤلف سمباور (Zambaur) صاحب ہین جو وائنا کے ایک کتب خانہ کے نگران ہین، آپ سکہ جات کے بڑے ماہر ہین، اور اپنے ذاتی ذخیرہ کے [اسلامی] سکون کی مفصل اور مشرح فہرست مع تصویرات کے تین حصون مین شائع کرچکے ہین، جنگ عظیم سے پہلے بھی [اس موضوع] پر ان کے چند مضامین ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال کے رسالہ مین شائع ہوئے تھے، زیر تبصرہ کتاب [کی تالیف کی تقریب یون ہوئی کہ موصوف کئی سالون سے تاریخ ابن اثیر کے فرانسیسی ترجمہ و تحشیہ مین مصروف ہین، [اس کام] کے دوران مین لین پول صاحب کی کتاب ہمیشہ ان کے پیش نظر رہی اور اپنے ذاتی مطالعہ و تحقیق کی بنا پر [اس مین ترمیم] و اضافہ ضروری سمجھا، علٰحدہ یادداشتون کی صورت مین حوالۂ قلم کرتے رہے، یہانتک کہ ایک نئی کتاب کے لیے [کافی سرمایہ] مہیا ہوگیا،

زیر نظر کتاب ہانوفر (جرمنی) کے ایک باہمت ناشر کتب نے پچھلے سال چھاپ کر شائع کی ہے، جو بڑی تقطیع

[... انھون] نے ترجمہ اس مقام (یعنی ۳۰۲ھ) سے شروع کیا ہے، جہان طبری کی تاریخ ختم ہوتی ہے، ترجمہ تقریباً مکمل ہوچکا [ہے، مگر متن] ترجمہ، حواشی، فہارس اور فرہنگ الفاظ وغیرہا کی ضخامت اتنی بڑی ہوگئی ہے کہ کسی ناشر کتب کو اس کی اشاعت [کا بار اٹھا]نے کی جرأت نہین پڑتی،

کے ۸۰۰ صفحون پر ختم ہوئی ہے، بیس شجرات نسب اور پانچ نقشہ جات تاریخی کا ایک علحدہ مرقع اس پر مستزاد ہے، اصل کتاب اور حواشی فرانسیسی زبان مین ہین، کتاب ہذا اپنے پیشرو یعنی لین پول صاحب کی تالیف پر کئی لحاظ سے سبقت لیگئی ہے، کیونکہ اس مین مسلمان فرمانروا خاندانون کی تعداد تقریباً دوگنی ہوگئی ہے، اور ان معزز اور ذوالاقتدار خاندانون مثل آل مہلب، برامکہ، بنو مقلہ وغیرہم کو بھی شامل ہے جن کے افراد نے بحیثیت وزراء، عمال یا قواد کے اسلام کی سیاسی تاریخ مین نام پیدا کیا ہے، ایک مستقل باب دنیائے اسلام کے مشہور دیار و امصار مثل مکہ معظمہ، مدینہ منورہ، قاہرہ، دمشق، حلب، بصرہ، کوفہ، وغیرہا کے عاملون کے اسماء اور ان کے سنین حکومت کے لیے مخصوص ہے جس سے بیک نظر معلوم ہو سکتا ہے کہ فلان سن اور فلان شہر مین کون حاکم تھا، جس فرمانروا کا نام سکون پر ملتا ہے اس کے نام کے بالمقابل ایک چھوٹا سا دائرہ بنا دیا گیا ہے، اور جس کا نام کتبون پر منقوش ملتا ہے، اسے ایک چھوٹی سی مستطیل سے ممتاز کر دیا گیا ہے، ہر فصل کے بعد مؤلف نے احتیاط اور دیانت داری کے ساتھ ان ماخذ کے حوالے درج کر دیئے مین، جہان سے اس نے اپنی معلومات حاصل کی ہین،

بیان بالا سے ظاہر ہے کہ جدید کتاب تاریخ اسلام سے دلچسپی رکھنے والون کے لیے کس قدر سودمند ہوگی اور اسلامی تاریخون مین جن اسماء و سنین کا ذکر آتا ہے ان کی گتھی سلجھانے مین کس درجہ مفید ثابت ہوگی اسی خیال سے راقم الحروف نے کتاب کے شائع ہوتے ہی حضرت مؤلف کی خدمت مین اس کے اردو ترجمہ کی طرف اشارہ کیا تھا اور اس کو مشرقی لباس پہنانے پر اپنی آمادگی ظاہر کی تھی، انھون نے کمال فراخ دلی سے نہ صرف ترجمہ کی اجازت دی بلکہ میری اس تجویز کا نہایت پرخروش استقبال کیا، اور اپنا ارادہ ظاہر کیا ہے، کہ وہ عنقریب اپنی تازہ ترین اصلاحات اور اضافے دربارہ اپنی تالیف کے ارسال کرین گے تاکہ انھین اردو ترجمہ مین شامل کر جائے، اس سے ظاہر ہے کہ مشرقی اڈیشن اصل یورپین اڈیشن سے اپنی جامعیت مین بڑھ جائے گا، علاوہ ازین ہمارے لیے مشرقی نامون کو لاطینی حروف مین پڑھنا دقت سے خالی نہین، لہذا گمان غالب ہے کہ وہ اصحاب بھی جو اصل پر دو پونڈ خرچ کر سکتے ہین، اس سہولت کی خاطر بھی اردو نسخہ کی طرف بوقت ضرورت رجوع کرنا زیادہ پسند کرین گے

بیداری ہند

جلد اول

مہاتما گاندھی نے ۱۹۱۹ء سے لیکر ۱۹۲۴ء تک اپنے اخبار ینگ انڈیا مین جو خیالات ظاہر کیے ہین، ان مین سے اکثر کا ترجمہ دنیا کی بہتیری زبانون مین ہوتا رہا ہے، اردو مین بھی گو ان کے متفرق مضامین کے ترجمے ہوتے رہے ہین، تاہم اب تک کسی مستقل کتاب کی صورت مین ان کو یکجا نہین کیا گیا، ہم لالہ متھرا لال صاحب میرٹھی کے ممنون ہین کہ انھون نے بیداری ہند کے نام سے دو جلدون مین اس کا ترجمہ کیا ہے، پہلی جلد چھپ گئی ہے، اور دوسری جلد کا انتظار ہے،

شروع مین لالہ صاحب نے مہاتما جی کی زندگی کا ایک مجمل خاکہ بھی پیش کیا ہے، کیونکہ ان کے خیالات کو سمجھنے کے لیے اس کا پیش نظر رکھنا ضروری تھا،

مہاتما جی نے اپنی زندگی مین جو کچھ خدمتین اپنی قوم و ملک کی انجام دی ہین، اور جتنے اعلیٰ خیالات انھون نے ظاہر کیے ہین، وہ ان کی بڑائی کو ظاہر کرتے ہین، لیکن فاضل مترجم نے شروع مین ایک منجم کی پیش گوئی پیش کی ہے، جس کی بنا پر انھون نے نہ صرف ان کو، بلکہ روس کے لینن اعظم کو بھی یہودیون کے موسیٰ (علیہ السلام) مسلمانون کے محمد رسول اللہ صلعم) ہندوستانیون کے بھگوان بودھ اور کرشن کی صف مین بٹھا دیا ہے، پھر عجیب قدر دانی ان بزرگان ادیان کی یہ بھی کی ہے کہ اسی جماعت مین افلاطون اور کولمبس کا بھی شمار کیا گیا ہے، یہ وہ تعریف ہے جس کے مستحق ہونے سے خود ممدوح کو بھی غالباً انکار ہوگا، دنیا مین ہمیشہ بڑے بڑے لوگ پیدا ہوتے رہے ہین لیکن یہ ضرور نہین کہ ہر بڑا آدمی نبیون اور پیغمبرون کی صف مین کھڑا کر دیا جائے،

جوہر طینت آدم زخمیر دگر است

بہرحال یہ حد سے زیادہ غلو جناب مترجم کا ذاتی عقیدہ ہے جس سے ہم کو بحث نہین، دنیا کا ہر بڑا آدمی

اتنا بدقسمت ضرور ہوا ہے کہ اس کے ماننے والون نے اس کو اس کے درجہ سے زیادہ اچھال کر بہترین نظرون سے اس کو گرا دینے کی کوشش کی ہے،

بیداریِ ہند کی پہلی جلد جو اس وقت ہمارے سامنے ہے بحیثیت ترجمہ کے نہایت کامیاب ہے، اکثر مواقع پر زبان مین وہی زور اور وہی سادگی نظر آتی ہے جو اصل انگریزی مین ہے،

اس جلد مین سب سے پہلے مہاتما جی کے حالاتِ زندگی، اور ان کے متعلق مشاہیرِ عالم کے خیالات درج کیے گئے ہین پھر مضامین کو چار حصون مین تقسیم کیا گیا ہے، پہلے حصہ مین ستیہ گرہ کے متعلق (۹) مضامین کا ترجمہ ہے، دوسرے حصہ مین جلیانوالہ باغ اور مظالمِ پنجاب سے متعلق مضامین ہین، تیسرے حصہ مین تحریکِ خلافت اور چوتھے حصے مین ترکِ موالات، ترکِ شراب، اصلاحی کونسلون سے اجتناب، عدالتون کا مقاطعہ، سرکاری مدارس، تحریکِ سودیشی، اتحادِ قومی، اور اچھوتون کی اصلاح کے متعلق سنہ ۱۹۲۱ء تک کے مضامین کا ترجمہ ہے،

جن لوگون کو ہندوستان کی سیاسی، اور معاشری تحریکون کو اچھی طرح سمجھنے کا شوق ہو، ان کے لیے بیداریِ ہند کا مطالعہ نہایت ضروری ہے، کاغذ اچھا، طباعت صاف، اور اغلاط سے اکثر محفوظ، حجم ۴۰۰ صفحے قیمت ۲؏، پتہ دار الاشاعت بیداریِ ہند میرٹھ،

تاریخِ فقہِ اسلامی

ازمولانا عبد السّلام ندوی،

اس مین ابتداے نبوت سے لیکر آج تک ہر دور کی فقہ اور فقہا، کے کارنامون پر مکمل تبصرہ کیا گیا ہے، جس سے جدید فقہ کی ترتیب مین بڑی مدد ملسکتی ہے، ضخامت ۴۹۰ صفحے، قیمت للعہ

"منیجر"

مطبوعاتِ جدیدہ

بودھ اور اس کا مت، مسٹر اسٹراس نے انگریزی مین بودھ اور اس کے مذہب، فلسفہ، تعلیمات، اور اس کی [illegible]ہبی یادگارون پر ایک کتاب لکھی تھی، جناب شیو نرائن صاحب شمیم نے اس کا ترجمہ تھوڑے تصرف کے ساتھ اردو مین [illegible]کیا ہے، ترجمہ نہایت صاف اور سلیس ہے، اردو مین بودھ کے متعلق جتنی کتابین لکھی گئی ہین ہمارے خیال مین یہ [illegible]ختصار کے باوجود ان سب سے بہتر ہے، ضخامت ۲۳۴ صفحے، قیمت معلوم نہین، کاشی رام پریس لاہور مین چھپی ہے،

مجرباتِ فطرتی، آجکل علاج کے جو نئے طریقے نکل رہے ہین، ان مین سے ایک ایسا طریقہ ہے جس مین ۳۳ [illegible]مخصوص دواؤن سے کل امراض کا علاج کیا جاتا ہے، مولوی سید عبد الرشید صاحب قادری رئیس و زمیندار کاڑا (بہار) [illegible]نے اس کے طریقۂ علاج کا اردو مین اس نام سے ترجمہ کیا ہے، سر سے لیکر پاؤن تک تمام امراض اور ان کی دواؤن کا ذکر ہے، ضخامت ۶۰ صفحے، قیمت ۸؍، پتہ مدرسۂ قادریہ، کاڑا ڈاکخانہ ادیرکا، ضلع گیا (بہار)

بحرِ مواج، شیخ احسان اللہ صاحب ممتاز اخیر شاہی دور کے ممتاز فارسی گو شعرا مین ہین، انکا نام دانا دا[illegible]ن تھا، سنہ ۱۱۸۲ھ مین پیدا ہوئے، اور سنہ ۱۲۷۵ھ مین، ۹۳ برس کی عمر مین وفات پائی، متعدد نامور شاگردون کے استاد ہین [illegible]ان کی ایک فارسی مثنوی بحرِ مواج ہے، جس مین حضرت آدمؑ سے آنحضرت صلعم تک کے تمام انبیاے کرام کے حالات [illegible]نظم کیے ہین، اس سے پہلے دو دفعہ یہ مثنوی چھپکر شائع ہوئی، اب تیسری دفعہ چھپی ہے، پہلی دفعہ سنہ ۱۲۶۲ھ مین جب شروع شروع [illegible]ہندوستان مین مطبع قائم ہوئے ہین، پھر سنہ ۱۲۸۰ھ مین، اب سنہ ۱۳۴۷ھ مین بار سوم یہ چھپی ہے، یادگار چیز ہے، اور ہر دو دلّی [illegible]ہندوستان کے فارسی گو شعرا کی بہار کا آخری منظر ہے، قیمت عہ، پتہ شیخ محمد محب اللہ صاحب ڈپٹی کلکٹر درمیس سندیلہ ضلع [illegible]

سفرنامۂ عراق و حجاز، محمد شریف صاحب کلارک صاحب منیر سب جج بہادر امرتسر نے اپنے عراق و حجاز [illegible]سفر کے مختصر حالات اس غرض سے لکھے ہین کہ حاجیون اور زائرون کے رہنما کے طور پر کام آئے، سفر کی ضروری ہدایات، ان[illegible]

کے نام اور سفر کی دوسری ضرورتون کو بیان کیا ہے، رسالہ مصنف سے چند آنون مین غالباً ملے گا،

البیان لتراجم القرآن، مولوی حافظ محمد عبد اللہ صاحب چھپراوی نے قرآن پاک کے اردو تراجم کی تاریخ لکھی ہے، اور تقریباً ۲۰ ترجمون کا حال لکھا ہے، ہر ترجمہ پر مختصر نقد و تبصرہ کیا ہے، اور ان مین سے بعض بعض کی غلطیان دکھائی ہین، کتاب کا بہت ضروری موضوع ہے، اس لیے یہ استقصار اور بسط کی طالب تھی، لکھائی چھپائی اور کاغذ بھی اچھا لگانا چاہئے تھا، قیمت معلوم نہین، پتہ:- مولانا ابو محمد عبد اللہ صاحب، نمبر ۹۶، ملک لین ہوڑہ، کلکتہ،

مصنوعی بیوی، "آر، ایچ، پول" کے ایک انگریزی ناول کا جناب عباس حسین صاحب لطفی نے مصنوعی بیوی کے نام سے ترجمہ کیا ہے، افسانہ دلچسپ ہے، پرداز عمدہ ہے، روزمرہ کے واقعات کو سادہ عبارت مین لکھکر دلکشی پیدا کی گئی ہے، اور یہی اسکی خوبی ہے، قیمت ۱۲ر، پتہ:- مکتبہ ابراہیمیہ، اسٹیشن روڈ، حیدر آباد دکن،

پیام حق، پیغمبر اسلام علیہ السلام اور آپکے پیغام حق کے محاسن اور خوبیان مولوی محمد فاروق صاحب مدرس جامع العلوم کانپور نے اختصار لیکن عمدہ پیرایہٴ بیان مین لکھے ہین، اور اسلام کے عقائد، عبادات اور تہذیب اخلاق کے اصول مدلل اور مؤثر طریقہ سے لکھے گئے ہین، ہم مولانا کو ان کی اس کامیاب تصنیف پر مبارکباد دیتے ہین، قیمت ۴ر، پتہ:- شبلی بکڈپو، لکھنؤ،

مسلمانون کی تعلیم اور جامعہ ملیہ، ڈاکٹر سید عابد حسین صاحب ایم اے، پی، ایچ، ڈی، استاد جامعہ ملیہ دہلی نے اس رسالہ مین ہندوستانی اسلامی قومی تعلیم کے مقاصد و اغراض سے بحث کی ہے، اور ان مقاصد و اغراض کے لحاظ سے جامعہ ملیہ کے نصب العین کی توضیح کی ہے، رسالہ ہر مسلمان کے مطالعہ اور غور و فکر کا مستحق ہے، قیمت ۸ر، پتہ:- مکتبہ جامعہ ملیہ قرول باغ دہلی،

رود اور روح، قصہ اور تمثیل کے رنگ مین دنیا کی بے ثباتی کا افسانہ ہے، جس مین ایک تاتاری بادشاہ اور الیاس نامی درویش کا باہمی مکالمہ ہے، کتاب دلچسپ اور مؤثر ہے، حکیم سید ولایت حسین صاحب فرخ دہلوی نے اسکا ترجمہ کیا ہے، مگر اصل کتاب جس کا یہ ترجمہ ہے اس کا حال نہین بتایا گیا ہے، ضخامت ۲۰ صفحے، قیمت ۱۰ر، پتہ:- سکریٹری صاحب انجمن اردو کلکتہ،

مجلد بست و یکم	ماہ شوال ۱۳۴۶ھ مطابق ماہ اپریل ۱۹۲۸ء	عدد ۴

مضامین